ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

معلم ایک کسان، ایک باغبان، ایک معمار

معلم کی مثال ایک کسان کی سی ہے جو مسلسل نگہداشت کرتا ہے تب کہیں جا کر فصل تیار ہوتی ہے۔ وہ ایک مالی کے مشابہ بھی ہے جو باغ میں ایک خاص ترتیب سے پودے اگاتا ہے پھر اس کی نشو ونما کرتا اور آخر کار اس کی محنت کے نتیجے میں ایک دن باغ میں ہر طرف رنگ و بو کا سیلاب آجاتا ہے۔ استاد ایک معمار کی طرح بھی ہے جو گری پڑی اینٹوں کو اس ترتیب سے چن دیتا ہے کہ بے ترتیب انبار ایک عظیم الشان اور خوشنما عمارت کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو استاد کسان ہے لیکن اس کی کھیتی انسانیت ہے وہ باغبان ہے لیکن اس کا باغ انسانی معاشرہ ہے وہ معمار ہے لیکن اس کی عمارت قوم ہے۔

حفیظ الرحمٰن احسن

فلاحی برادران کے نام

برادر گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید کہ مع اہل خانہ واحباب بصحت وعافیت رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کوشاں ہوں گے۔

یقیناً یہ اطلاع آپ کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ ۱۵،۱۶/ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو مادر علمی جامعۃ الفلاح میں اہم پروگرام ہونے جا رہا ہے۔ ۱۵/ اکتوبر کو جامعہ کی مرکزی لائبریری کی افتتاحی تقریب ہوگی جس میں ان شاء اللہ ملک و بیرون ملک سے معزز مہمانان گرامی اور بہی خواہان جامعہ شرکت فرمائیں گے۔ ۱۶/ اکتوبر کو انجمن طلبہ قدیم کا اجلاس عام ہوگا جو درس قرآن، افتتاحی اجلاس، تعارفی اجلاس، تنظیمی اجلاس، انتخابی اجلاس، ثقافتی اجلاس اور تقسیم انعامات وغیرہ پروگراموں پر مشتمل ہوگا۔ اس اجلاس کے ناظم مولانا مجیب احمد صاحب فلاحی، معاون ناظم اجلاس مولانا عبدالعظیم صاحب فلاحی اور خازن اجلاس مولانا انصار احمد صاحب فلاحی منتخب کیے گئے ہیں۔

تنظیمی اجلاس میں تجاویز و مشورے کے لئے بھی وقت خاص کیا گیا ہے لہٰذا آپ مقاصد انجمن کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تجاویز و مشورے تحریری طور پر دفتر انجمن کو روانہ فرمائیں۔ واضح رہے کہ انہی تجاویز و مشورے زیر بحث آسکیں گے جو اجلاس عام شروع ہونے سے پہلے تحریری طور پر دفتر انجمن کو موصول ہو جائیں۔

آئندہ میقات کے لئے انتخابات کو حسن و خوبی انجام تک پہنچانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو حسب ذیل ممبران پر مشتمل ہے:-

(۱) مولانا نسیم احمد غازی صاحب فلاحی (کنوینر) (۲) مولانا ابوالکلام صاحب فلاحی ازہری (۳) مولانا ظہیر عالم صاحب فلاحی (۴) مولانا منصور حسین صاحب فلاحی (۵) مولانا طارق اکرام اللہ صاحب فلاحی۔

اجلاس کے اخراجات کی فراہمی کے لئے تمام یونٹوں کو محدود ہدف دیا گیا ہے جس کی تفصیلات سے یونٹ کے صدور کو باخبر کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ سبھی فلاحی حضرات اس مد میں اپنا قیمتی تعاون ضرور پیش کریں گے۔ جو فلاحی برادران یونٹوں سے وابستہ نہیں ہیں وہ انفرادی طور پر براہ راست ناظم اجلاس کو یہ تعاون روانہ فرمائیں۔ رجسٹریشن فیس پچاس روپے رکھی گئی ہے۔ چونکہ اس موقع سے مرکزی لائبریری کی افتتاحی تقریب بھی ہے اس لئے تمام فلاحیوں سے گذارش ہے کہ وہ لائبریری کی ضروریات کی تکمیل میں خود بھی حسب حیثیت بھرپور حصہ لیں اور احباب کو بھی متوجہ کریں۔

امید کہ آپ اس اہم پروگرام میں ضرور تشریف لائیں گے اور خط ملتے ہی جلد تیاریاں شروع کر دیں گے نیز پروگرام کی کامیابی کے لئے دعاؤں کا اہتمام کریں گے۔

اجلاس عام کے سلسلے میں آپ کے مفید مشوروں کا انتظار رہے گا۔

والسلام

اظہار احمد فلاحی

معاون سکریٹری انجمن طلبہ قدیم

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

شمارہ نمبر ۹	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ / ستمبر ۱۹۹۹ء	جلد نمبر ۱۵

مدیر معاون	مدیر	مدیر مسئول
انیس احمد فلاحی	عبدالبر اثری فلاحی	نور محمد فلاحی

* سالانہ زر تعاون : 50.00 روپے
* خصوصی زر تعاون : 100.00 روپے
* بیرون ملک : 25.00 امریکی ڈالر
* طلبہ کے لیے : 40.00 روپے
* اعزازی زر تعاون : 1000.00 روپے
* قیمت فی شمارہ : 5.00 روپے

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے، لہٰذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ "مجلہ حیات نو" جامعۃ الفلاح،

بلریاگنج، اعظم گڑھ 276121 (یو.پی) فون نمبر 25115 - 05466

نقوشِ حیاتِ نو

● اداریہ

اساتذہ اور ارباب مدارس	عبدالبر اثری فلاحی	۳

● بحث و نظر

"تدبر" مکاتیب اصلاحی نمبر ایک مطالعہ	عبدالبر اثری فلاحی	۹
اسلام کا تصور عبادت	ابرار احمد قاسمی	۱۳

● ہدایت کے چراغ

محمد بن حنفیہؒ	ابو حسین ندوی	۱۸

● مذاہب عالم

جین مت	انیس احمد فلاحی مدنی	۲۶

● سیر و سوانح

ذکر جلیل نصیر (۵)	عبدالبر اثری فلاحی	۳۰

● فقہ و فتاویٰ

کیا داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟	ابو رقم فلاحی	۳۹

تعارف و تبصرہ

خدمت خلق یا حقوق العباد	ابو عبدالرحمن عمار فلاحی	۴۰
یادری انجیل ـ کیا رجال کی آمد آمد ہے		

● جامعہ کے لیل و نہار

جناب ضیاء الدین صاحب کی آمد	ادارہ	۴۵
نئی تقرری		

● روداد انجمن

روداد اجلاس شوریٰ	سکریٹری انجمن	۴۷
پروگرام اجلاس عام		۴۹
فلاحی برادران کے نام	[illegible] احمد ولی	

اداریہ

اساتذہ اور ارباب مدارس

عبدالبر اثری فلاحی

اس حقیقت سے شاید ہی کسی کو انکار ہو کہ مدارس سے نئی نسل کی جو کھیپ تیار ہو کر میدان عمل میں آرہی ہے وہ مطلوبہ معیار پر پوری نہیں اترتی، نہ ان میں گیرائی و گہرائی ہوتی ہے، نہ بصیرت و دوربینی، نہ جفاکشی نہ عالی ہمتی اور نہ اخلاق و روحانی اعتبار ہی سے وہ قابل اطمینان ہوتے ہیں۔

جب اس صورت حال کا پتہ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اصلاح حال کی تدبیریں اختیار کی جائیں تو عموماً نصاب تعلیم اور قواعد و ضوابط کی اصلاحات اور ذرائع و وسائل کی فراہمی پر نظر جاتی ہے اور پورے تعلیمی نظام میں جسے سب سے زیادہ مرکزی مقام حاصل ہے یعنی اساتذہ ان پر بہت کم توجہ جاتی ہے اور اگر کبھی کچھ ذہن گیا بھی تو ان کی اصلاح یا ترقی کی تدابیر کم اپنائی جاتی ہیں، حالانکہ اصلاً اساتذہ ہی معمار ہیں وہ جیسے ہوں گے ویسی ہی کھیپ تیار ہوگی کیونکہ جیسا کاریگر ہوتا ہے ویسا ہی سامان تیار ہوتا ہے۔

اب اگر اساتذہ ماہر نہیں، ادارے کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں، اخلاق و کردار کی دولت سے عاری ہیں، تعلیمی نفسیات کا پاس و لحاظ نہیں جانتے، ان کا وقار و احترام ملحوظ نہیں رکھا جاتا، ان کی ضروریات کی تکمیل نہیں کی جاتی کہ وہ یکسوئی سے کام کر سکیں، انہیں بہت زیادہ اصولوں اور ضوابط کے شکنجوں میں جکڑ دیا جاتا ہے وہ خدمت کے بجائے ملازمت سمجھ کر یہ خدمت انجام دیتے ہیں تو بھلا کیسے مطلوبہ نتائج نکل سکتے ہیں؟

اگر اہل مدارس واقعۃً سنجیدہ ہیں اور مثبت تبدیلیاں چاہتے ہیں تو انہیں پہلی فرصت میں اساتذہ کرام کے حوالے سے درج ذیل اصلاحات کی طرف توجہ دینی چاہیے

(۱) ہر فن کے ماہر اساتذہ فراہم کریں یا پھر جو اساتذہ موجود ہیں ان کے اندر مہارت و صلاحیت بہم پہنچانے کے لیے منصوبہ بند کوشش کریں۔

(۲) ایسے اساتذہ کا انتخاب کریں جو ادارے کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوں ورنہ کشمکش اور

پھر زوال سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی کیونکہ پھر تعلیم کم اور محاذ آرائی زیادہ ہوتی ہے۔

(۳) ایسے اساتذہ ہی کی خدمات حاصل کی جائیں جو اخلاق و کردار کے اعلیٰ مقام پر ہوں کیونکہ طلبہ پر اساتذہ کی شخصیت کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے، محض وعظ، نصیحت اور نصاب میں اخلاقی مباحث کی شمولیت اس کا بدل کبھی نہیں بن سکتے اس سلسلے میں بلا رنگ لپیٹ کے تطہیری عمل بھی جاری رہنا انتہائی ضروری ہے۔

(۴) معلم قوم کا محسن ہوتا ہے اس لئے اسے عزت و احترام ملنا چاہیے۔ نوکروں اور ملازموں جیسا برتاؤ ان کے اندر ہرگز وہ جذبہ پیدا ہونے نہیں دے گا جو اس مقدس کام کے لئے مطلوب ہے کیونکہ ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جائے، ان پر بے فیض نکتہ چینی کی جائے تو ان کی قوت کار متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی بلکہ بسا اوقات ان کی ہمت جواب دے دیتی ہے۔

(۵) معلم کا کام انتہائی نازک ہوتا ہے اس لئے اسے بہت زیادہ قواعد و ضوابط کے شکنجوں میں جکڑنا اور حدود و قیود کا پابند بنانا بھی مناسب نہیں، ورنہ وہ اپنا کام بحسن و خوبی انجام نہیں دے سکتا کیونکہ محض نصاب پورا کرا دینا اور مختلف مضامین یاد کرا دینا ہرگز مقصود نہیں بلکہ اصل استاد کا کام طلبہ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو جلا دینا اور یہ ملکہ پیدا کرنا ہے کہ وہ خود صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے اور خود اعتمادی کے ساتھ خود آگے بڑھ سکے، چونکہ طلبہ ذی شعور ہوتے ہیں اور ہر ایک کے جذبات و رجحانات مختلف ہوتے ہیں اس سے استاد کی ذمہ داری بھی گوناں گوں اور پیچیدہ ہو جاتی ہے ایسے میں ایک ہی مخصوص رویہ اپنانا اور ایک مخصوص طریقے پر چلنا ممکن نہیں۔ امام غزالیؒ نے کتنے پتے کی بات کہی ہے "اگر ایک طبیب تمام بیماریوں کا ایک ہی نسخہ لکھے اور ایک ہی دوا سے علاج کرے تو اکثر کی ہلاکت کا باعث ہو گا بالکل یہی حال معلم اور مربی کا ہے اگر وہ اپنے زیر تربیت لڑکوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے گا تو انہیں برباد کر دے گا، ان کے قلوب پر موت طاری کر دے گا۔ معلم و مربی کا فرض ہے کہ زیر تربیت لڑکوں میں ہر ایک کے حال، عمر اور مزاج کے مطابق ان کے لئے راستہ تجویز کرے اور ان کے لئے وہی ریاضت تجویز کرے جس کے وہ متحمل ہو سکیں"

(۶) اساتذہ کی مالی و سماجی حالت سدھارنے کے لئے ہمہ جہتی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ان کی مسکینی اور محتاجی کے بھی بعض مضر اثرات پڑتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کیوں اور کیسے ہمارے ذمہ داران مدارس تعمیرات پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور اس کے لئے وسائل بھی فراہم ہو جاتے ہیں اور اساتذہ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ان کے ہاتھ تنگ اور وسائل مفقود ہو جاتے ہیں؟

اخیر میں اساتذہ کی خدمت میں صرف ایک گذارش ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان تدریسی خدمت کو بجائے ملازمت کے عبادت سمجھ کر انجام دیں کیونکہ یہ اغیار کا نظریہ ہے کہ تعلیم و تدریس محض بہتر زندگی گذارنے کا ایک ذریعہ ہے، حصول روزگار کا ایک راستہ ہے، ایک کاروبار ہے جس کے ذریعہ مادی سہولتیں اور آسائشیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ نہ یہ کاروبار ہے اور نہ پیشہ بلکہ ایک کار عبادت ہے۔ درس و تدریس کا مقصد نہ حصول منفعت ہونا چاہیے نہ حصول جاہ بلکہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول۔ اگر یہ نیت رکھی تو چاہے دنیا میں کچھ بھی میسر نہ آئے ان شاء اللہ عند اللہ ضرور ماجور ہوں گے اور یہی اصل مطلوب ہے۔ ☆☆☆

نظام تعلیم میں استاد ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے سارے نظام کا بار اس پر ہوتا ہے استاد اچھا ہو تو ناکافی سہولتوں کے ساتھ بھی اچھے نتائج پیدا کر سکتا ہے استاد خراب ہو تو اعلیٰ درجے کے وسائل کے ساتھ بھی اچھے نتائج نہیں پیدا کر سکتا۔ استاد کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ استاد کی لیاقت اور قابلیت اور مقصد سے لگن کو طلبہ کے بنانے اور بگاڑنے میں اور نتیجۃً معیار تعلیم بلند کرنے میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

(پروفیسر محمد سلیم)

"تدبر" کا مکاتیب اصلاحیؒ نمبر —— ایک مطالعہ

عبدالبر اثری فلاحی

> یہ مقالہ ۲۲ تا ۲۷ فروری کو انجمن طلبہ قدیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کی جانب سے مدرسہ ہذا میں منعقدہ سیمینار بعنوان "مولانا امین احسن اصلاحیؒ حیات و خدمات" میں پڑھا گیا تھا۔ افادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

مکاتیب شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں جن سے بہت سے گوشے نکھر کر سامنے آتے ہیں اور بہت سے رازہائے سربستہ سے پردے اٹھتے ہیں اس لئے کسی شخصیت کے صحیح و مکمل تعارف کے لئے ان کے خطوط کا مطالعہ انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ خاص طور سے اہل علم و دانش کے مکاتیب تو بہت کچھ علم و عرفان کے موتی بھی سموئے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کا مطالعہ تو اور بھی افادیت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ برابر یہ روایت رہی ہے کہ اہل علم و دانش کے مکاتیب باضابطہ شائع کیے جاتے ہیں۔ غالباً یہی افادیت پیش نظر تھی کہ مولانا مرحوم بھی اپنے اہم مکاتیب کی نقلیں محفوظ رکھتے گئے تھے۔ چنانچہ مولانا کی وفات کے بعد ان کے شاگرد رشید مدیر تدبر لاہور مولانا خالد مسعود صاحب نے ان خطوط کو اور مزید خطوط حاصل کر کے مکاتیب اصلاحی نمبر کی شکل میں جولائی ۱۹۹۸ء میں شائع فرمادیا ہے۔ اس نمبر میں ۱۲۱ خطوط شامل ہیں۔ جو تفسیر تدبر قرآن، استفسارات، علمی و تعلیمی مشاغل، تزکیہ و تربیت، جماعت اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمد، علالت، ذہنی زندگی، اصلاحی برادری اور متفرق وغیرہ عنوانات کے تحت درج ہیں۔ یہ واضح رہے کہ اس میں زندگی کے آخری ادوار کے خطوط ہی شامل ہیں، ابتدائی زندگی کے خطوط غالباً دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔

اس مجموعہ کے مطالعہ سے جو سب سے اہم بات سامنے آتی ہے وہ خود مرتب کی زبان میں یہ ہے کہ "مولانا اپنی زندگی کا ایک معین مقصد رکھتے تھے اس کے لئے وہ برابر تگ و دو

کرتے رہے۔ اس راہ میں مشکلات پیش آئیں تو انھوں نے ایک صاحب عزیمت شخص کی طرح ان کا مقابلہ کیا اور اس میں کسی مصلحت کو سد راہ نہیں بننے دیا۔ انھیں اپنے دینی منصب کے تقاضوں کا ہمیشہ خیال رہا اور اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں وہ کسی مداہنت سے کام لینا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ خواہ اس کے لئے برسہا برس کی رفاقت کو قربان کر دینا پڑے" (ص ۶)

ان خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساری سرگرمیوں کے باوجود قرآن آپ کا مستقل اوڑھنا بچھونا رہا اور جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد تو تکمیل "تدبر قرآن" کی آرزو تو بھی اور ہی دوبالا ہوگئی تھی، چنانچہ آپ کا زیادہ تر وقت اسی کام میں گذرا۔ اسی ذیل میں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ تدبر قرآن کی تیاری میں آپ نے کہاں کہاں سے استفادہ کیا ہے، گرچہ اصل استفادہ تو استاد گرامی مولانا حمید الدین فراہیؒ کا تھا لیکن اس کے علاوہ بھی آپ نے قدیم و جدید مفسرین سے استفادہ کیا اور اس میں بے جا پندار علم کو حائل نہیں ہونے دیا۔ خصوصاً مولانا آزادؒ سے استفادے کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مولانا آزادؒ کی تفسیر کے بعض مباحث اتنے قیمتی ہیں کہ وہ دوسروں کے ہزاروں صفحات پر بھاری ہیں میں نے بھی اپنی کتاب میں ان سے استفادہ کیا ہے اور ان کا حوالہ دیا ہے مثلاً ذوالقرنین کی بحث (اس وقت کتاب میں یہ حوالہ نہیں ہے، مسودہ میں یہ حاشیہ پر تھا معلوم ہوتا ہے کتابت سے رہ گیا۔ (مدیر) اور بھی متعدد مباحث انتہائی قیمتی ہیں۔ مجھے مولانا کے بعض نظریات سے اختلاف ہے اور میں نے نام لئے بغیر ان پر تنقید بھی ہے۔ لیکن اس کے باوجود میری نظر میں ان کی اور ان کی کتاب کی بڑی عظمت ہے۔" (ص ۲۶)

یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تحقیق و مباحث میں آپ نے اپنے عزیز تلامذہ کو بھی شریک رکھا اور ان سے بھی مدد لی۔ چنانچہ خالد مسعود صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"نزول مسیح سے متعلق روایات کی تحقیق کر کے لکھیے کہ ان کا درجہ کیا ہے؟ کن الفاظ میں یہ مروی ہیں؟ اور اگر ان کے بارے میں کوئی اختلاف ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ سورہ احزاب کی تفسیر میں اس مسئلہ سے مجھے تعرض کرنا ہے اور وہ مقام اب قریب ہے جہاں اس پر لکھنا ہے اس وجہ سے حتی الامکان عجلت سے کام لیجئے۔ میں نے عبداللہ صاحب کو بھی لکھا ہے

کہ ضروری چیزوں کی تلاش میں آپ کی مدد کریں۔ (ص ۱۴)

اس مضمون کا ایک خط محمود احمد لودھی صاحب کے نام بھی موجود ہے۔

ایک دوسرے خط میں جناب خالد مسعود صاحب ہی کو رقمطراز ہیں:

"لسان العرب میں لفظ 'ثیاب' کے تحت دیکھئے کہ اس نے 'ثیابك فطهر' کے تحت کیا لکھا ہے، علاوہ ازیں امرءالقیس کا ایک شعر معلقات میں ہے۔

وان كنت قد ازمعت صرمی فاجملی　　فسلی ثیابی من ثیابك تنسلی

اس شعر میں لفظ ثیاب سے شارحین نے کیا معنی لئے ہیں؟

میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح ہماری زبان میں یہ محاورہ ہے کہ 'دامن دل پر غبار نہ آنے دو' اسی طرح عربی میں یہ محاورہ ہے، مجھے اس کی تائید مطلوب ہے۔

سبع معلقہ والے شعر کی تصحیح بھی مطلوب ہے اور اس کی شرح بھی۔ (ص ۱۵)

صحیح شعر یوں ہے:

وان تك قد ساءتك منی خليقة　　فسلی ثیابی من ثیابك تنسلی

ان مکاتیب سے مولانا کی بہت سی کتابوں کے سبب تالیف پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور ان کتابوں کے مباحث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً محمود احمد لودھی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"جہاں تک ذمیوں کے مسئلہ کا تعلق ہے مجھے اس سوال پر لکھنے کی ضرورت پیش آئی اسی وجہ سے کہ اس مسئلہ پر جماعت کے لٹریچر میں مودودی صاحب کی کتاب "ذمیوں کے حقوق" کے نام سے موجود تھی اس پر ملک کے ذہین طبقہ کو اعتراض تھا کہ اس زمانے میں غیر مسلموں کے حقوق کا یہ حل ناقابل قبول ہے اور ملک کے اہل سیاست اس اعتراض کو نظام اسلامی کے خلاف ایک اعتراض کے طور پر پیش کرتے تھے اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر میں نے اپنا رسالہ لکھا اور اس نے اعتراض کرنے والوں کا منہ بند کیا، چنانچہ سردار عبدالرب نشتر مرحوم نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے اس امر کا اعتراف کیا کہ وہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ قابل اطمینان نقطۂ نظر میرے نقطۂ نظر کو سمجھتے ہیں۔" (ص ۲۲)

اس مجموعہ مکاتیب میں ایک اہم حصہ جماعت اسلامی کے امیر سے مراسلت اور علیحدگی نیز ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے اختلاف اور جدائی کے مسئلہ پر مشتمل ہے۔ ان سے جہاں صورت حال پر روشنی پڑتی ہے اور اصل مسئلے کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے وہیں اس پس منظر کے ساتھ مولانا کی پوری زندگی کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ عقدہ لاینحل ہی رہ جاتا ہے کہ آخر مولانا کا نباہ کسی کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکا۔ جماعت اور ڈاکٹر اسرار صاحب سے علیحدگی کی بحث کو مان بھی لیا جائے پھر بھی مدرسۃ الاصلاح سے جدائی اور دیگر احباب کا الگ ہو جانا بھی تشنۂ تحقیق ہے اور اس روشنی میں کبھی کبھی یہ خیال ضرور گذرتا ہے کہ کہیں اس میں مولانا کی ہیجانی کیفیت کو دخل تو نہیں؟ خود جماعت سے علیحدگی کے اسباب پر اگر نظر ہو تو اس کو علیحدگی کے لئے کافی وجہ جواز گرداننا محل نظر ہی ٹھہرتا ہے۔

ان مکاتیب سے مختلف جدید مسائل میں مولانا کی رائے اور موقف پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً اپنی کتاب کی رائلٹی کے مسئلہ پر سردار محمد اجمل خان غازی کو لکھتے ہیں:

"ویسے میں نے اس سے پہلے اپنی بعض کتابوں کی رائلٹی وصول کی ہے اور وہ کتابیں دینی و اسلامی ہیں میرے خیال میں اس کے عدم جواز تو درکنار اس کی کراہت کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مجھے کسی ایسے قابل ذکر آدمی کا علم نہیں ہے جس نے اس کو خلاف شرع قرار دیا ہو" (ص ۷)

اسی طرح تدبر کی تکمیل پر "تقریب" پر اصرار کیا گیا تو آپ نے ملک عبدالرشید عراقی کو لکھا:

"تقریب سے متعلق آپ نے جو تجویز پیش کی ہے مولانا محمد منظور نعمانی اور بعض دوسرے دوستوں نے بھی وہ تجویز پیش کی ہے۔ مگر میرا دل اس پر نہیں جمتا یہ اسی رسم کی پیروی ہو گی جو اس زمانے میں عام ہے۔ اس سے میں بچنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ لوگ بھی اس سے بچیں" (ص ۱۷)

دوسری کتابوں کی طرح مولانا کے خطوط سے اس چیز کا بھی اثبات ہوتا ہے کہ مولانا تنقید کے معاملہ میں جارح واقع ہوئے ہیں اور مختلف حدود جن کا پاس و لحاظ عموماً ہمارے اکابر نے کیا ہے اس کا دامن مولانا جا بجا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مثلاً خبر واحد کی حجیت پر استفسار کا جواب

اپنے والے سردار محمد اجمل خاں نغاری صاحب کو لکھتے ہیں:

"میری یہ رائے اہل حدیث کے خلاف تو ضرور ہے لیکن آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟ اگر اہل حدیث کی مخالفت کا اعتراض ہے تو مجھے اہل حدیث حضرات سے ۹۵ فی صد اختلاف ہے اور میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ اہل حدیث حضرات سے زیادہ حدیث سے بعید کوئی گروہ بھی نہیں ہے۔" (ص ۳۰)

محمد احسن خاں کو ایک دوسری جگہ مولانا مودودی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"رہا طنز و تعریض تو میں اس کو کوئی ضروری چیز نہیں سمجھتا مگر مودودی صاحب کو اس معاملہ میں زیادہ حساس نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ تو طنز و تعریض کے بغیر چار سطریں بھی نہیں لکھ سکتے۔" (ص ۲۰)

ڈاکٹر اسرار صاحب کے سلسلہ میں ایک خط لکھتے ہیں:

"میں ایک طویل تجربے کے بعد بے تکلف یہ لکھتا ہوں (ص ۹۴) بایں ہمہ عیار و چالاک ہے اگر اس کو ذرا بھی قدم جمانے کا موقع ملا تو یہ قادیانیوں کے قسم کا کوئی نیا فتنہ اٹھا دے گا۔" (ص ۴۷)

حالات و تحریکات پر گہری نظر کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور اتار چڑھاؤ کے اسباب و محرکات سے بھی آگاہ دکھائی دیتے ہیں اس سلسلے میں بلا خوف لومۃ لائم اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

"اخوان کے متعلق پہلے میری رائے اچھی تھی لیکن اب تو وہ شاہ فیصل کے آلہ کار ہیں رابطہ اسلامی وغیرہ کے پردے میں ان کا کام صرف جمال عبدالناصر کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا رہ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی کسی جماعت کو کوئی حکومت بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ تبلیغیوں ان کا مرکز سو فیصدی شاہ فیصل کے روپیے سے چل رہے ہیں ..... دین کی مدعی جماعتیں جب یہ کھیل کھیلنے لگتی ہیں تو ان کا انجام نہایت خوفناک ہوتا ہے۔ یہ نہ خیال فرمائیے کہ یہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں کسی بدگمانی پر مبنی ہے بلکہ اب تو سارے حالات ریکارڈ پر آچکے ہیں۔" (ص ۹۱)

طرز بیان اور اسلوب بھی ان مکاتیب میں انتہائی اچھوتا ہے جو بے تکلفی، لطافت اور الفت محسوس ہوتی ہے وہ تو الگ رہے قرآنی آیات کے برمحل استعمالات تو اور ہی چار چاند لگا دیتے ہیں۔ آیات کو ایسا پروتے ہیں جیسے انگوٹھی میں نگ۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں:

"میری کوشش اور تمنا تو صرف یہ ہے کہ کسی طرح والاس تک پہنچ جاؤں اس کے بعد کا کوئی پروگرام سامنے نہیں ہے۔ اب "فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب" پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے۔" (ص ۱۷)

اسی طرح اشعار کا برمحل استعمال تو عجیب کیف پیدا کر جاتا ہے سردار محمد اجمل خان نغاری کو شکوہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"عرصے سے آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوئی کبھی کبھی دو حرف لکھ دیا کریں تو کیا گناہ ہو!

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

البتہ کہیں کہیں بعض تعبیرات مبالغہ آمیز محسوس ہوتی ہیں۔ یہ مولانا کے بے جا تعلق خاطر کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے لیکن مولانا کے جلالت شان کو زیب نہیں دیتا۔ مثلاً فراہی پر سیمینار کے دعوت نامے کے جواب میں لکھتے ہیں:

"آپ نے فراہی سیمینار کے موقع پر میری حاضری کو ضروری قرار دیا ہے میرے نزدیک یہ صرف ضروری ہی نہیں بلکہ میرا شرعی فرض بھی تھا۔" (ص ۸۸)

اس خط میں سیمینار میں شرکت کو "شرعی فرض" سمجھنا مبالغہ آمیز لگتا ہے، قرابت میں یہاں تک اظہار کچھ کھٹکتا ہے۔

مولانا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے اندر انانیت تھی وہ دوسروں کی رایوں کا نہ تو احترام کرتے تھے اور نہ ہی پیش آمدہ مسائل میں صلاح و مشورہ کرتے تھے مگر ان مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے وہ مشورے کرتے بھی تھے اور قبول بھی کرتے تھے جیسا کہ مولانا منظور نعمانی سے مشورہ کرنے کا تذکرہ ہے اور ڈاکٹر اسرار صاحب کے خلاف "اسرار نامہ" لکھنے کے ارادہ پر جناب خالد مسعود صاحب کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس میں الجھنے سے باز رہنے پر آمادہ ہو

جاتا ہے۔ اس طرح ان مکاتیب سے مولانا کی زندگی کا اہم گوشہ واضح ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس سے ایک الزام کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے اور شخصیت مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

ان مکاتیب سے خانگی زندگی کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ انتہائی دل پذیر ہے۔ غریب الدیار ہوتے ہوئے بار بار نقل مکانی مزید وسائل و ذرائع کے پہلو سے تہی دامنی حتی کہ خودداری کے بقا و تحفظ کے لئے پیری میں بھی زراعت کے کام کا جوکھم اٹھانا کسی حوصلہ مند اور دل گردے والے ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ان احوال سے واقفیت کے بعد جہاں امت کی جانب سے اہل علم و فضل کی ناقدری پر رونا آتا ہے وہیں مولانا کی شان بے نیازی اور صبر و توکل پر بے اختیار دعائیں نکلتی ہیں اللہ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

آخر میں مکاتیب کے حوالے سے چند گذارشات بھی گوش گذار کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے۔

(۱) مکاتیب کا موجودہ مجموعہ مکمل نہیں ہے ابھی بہت سے قیمتی خطوط لوگوں کے پاس محفوظ ہوں گے، انھیں حاصل کر کے اسے مکمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ مجموعہ مکاتیب مزید مفید ہو جائے۔ خصوصاً ابتدائی ادوار کے خطوط تحریک اسلامی سے وابستگی کے زمانے کے خطوط، مولانا کی اہم مراسلت تدبر قرآن کے حوالے سے مولانا جلیل احسن ندوی سے ہوئی تھی انھیں بھی منصۂ شہود پر آنا چاہئے، ان میں بہت سے قیمتی موتی ہیں۔ اسی طرح مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحیؒ کے نام بھی بہت گراں قدر خطوط موجود ہیں جو اشاعت کے لئے مرتب بھی کیے جا چکے تھے، اے کاش کہ وہ بھی شامل ہو جائے۔

(۲) شائع شدہ بہت سے خطوط اپنا مخصوص سیاق اور پس منظر رکھتے ہیں جن کی وضاحت کے بغیر انھیں صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ گرچہ جناب خالد مسعود صاحب نے حواشی کے ذریعہ اسے واضح کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی بہت سے مقامات تشنہ رہ گئے ہیں۔ اس پہلو سے بھی ان پر نظر ڈال کر اس کمی کو پورا کر دیا جانا چاہئے۔

(۳) اس مجموعہ میں اگر مکتوب الیہ کا تذکرہ اور ان کا مختصر تعارف اور کچھ دوسری ضروری تفصیلات کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو اس کے مباحث اور بھی واضح ہو جائیں گے، اس لئے اس کام کو بھی ہو جانا چاہئے۔ ■

ابرار احمد قاسمی
ریسرچ اسکالر شعبہ دینیات
اے ایم یو علی گڑھ

اسلام کا تصور عبادت

انسان خالق حقیقی کی مخلوقات میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب عزیز کے اندر اس حقیقت کو جہاں واشگاف انداز میں واضح کیا وہاں تمام مخلوقات پر فتح و تسخیر کا پروانہ بھی عطا کر دیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"وسخر لكم ما في السماوات وما في الارض جميعاً منه" [1]

ترجمہ: اس نے زمین و آسمان کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔

رب حقیقی نے تمام مخلوقات کے مقابلے میں انسان کو افضل اور اشرف بنایا جس کا اعلان خود اس کی کتاب میں موجود ہے۔ فرمایا:

"لقد خلقنا الانسان فى أحسن تقويم" [2]

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

دوسری جگہ انسانوں کے شرف و عظمت کا اعلان اس طرح فرمایا:

"ولقد كرمنا بني آدم و حملنٰهم فى البر و البحر و رزقنٰهم من الطيبٰت وفضّلنٰهم علىٰ كثير ممن خلقنا تفضيلا" [3]

ترجمہ: یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

کائنات کی تمام مخلوقات کو جب انسان کے خدمت گار کی حیثیت سے اللہ تبارک وتعالی نے پیش کیا اور پھر انسان کے شرف و عظمت کو دوسرے تمام مخلوقات کے مقابلے میں

واشگاف کیا تو خود بخود یہ بات سامنے آتی ہے کہ بالخصوص انسان سے اس کی مخصوص ذمہ داریوں کا مطالبہ ہونا چاہیئے۔ انسان جب کل کائنات کا ہیرو ہے اور مخدوم کائنات کی حیثیت اسے حاصل ہے تو اس کی پیدائش کا انتہائی اہم مقصد ہونا چاہیئے۔ پوری انسانیت کو دنیا کے تمام مخلوقات کے مقابلے میں عقل سلیم عطا کی گئی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے نوازا گیا اور تمام مخلوقات پر قوت تسخیر کی سند دی گئی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد ایک جگہ بتایا:

"الذی خلق الموت والحیاة لیبلوکم أیکم أحسن عملاً" [۳]

ترجمہ: جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

اس پوری دنیا کو امتحان گاہ کی حیثیت حاصل ہے اور جن وانس اس امتحان گاہ کے مخصوص امتحان دہندہ کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں اس کے سامنے تیاری کے پیش نظر تمام سوالات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے، جب یہ دنیا تماشہ گاہ کی حیثیت نہیں رکھتی اور اس کا خالق حقیقی خبیر وبصیر ہے تو انسان بھی اس کائنات کا سب سے اہم ترین جوابدہ اور ذمہ دار مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کی حقیقی غایت اپنی کتاب عزیز میں یوں واضح کی ہے:

"وما خلقت الجن والانس إلاّ لیعبدون" [۴]

ترجمہ: ہم نے جن وانس کو صرف اپنی ہی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں انسانوں اور جنوں کی اصل غایت وجود کو بیان فرمایا گیا جہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام مخلوقات سے قطع نظر صرف اور صرف جن وانس کی ہی تخصیص کیوں کی گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مخلوقات میں یہی دو مخلوقات ایسی ہیں جنھیں اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کی روش اختیار کریں یا بدی کی روش پر چلیں، شاہراہ ہدایت اختیار کریں یا ضلالت وگمراہی کے قعر میں جا گریں، یہی وجہ ہے کہ جہاں انھیں مقام ومرتبہ دیا گیا اور اور

مخلوقات میں اہم مقام سے سرفراز کیا گیا وہاں اسے غایت تخلیق بھی بتا دی گئی اور وہ یہ کہ اللہ واحد کی ہی عبادت کو اپنی زندگی کا شیوہ وشعار بنایا جائے۔

اسلام میں توحید کو سب سے پہلی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان پہلے دل کی گہرائیوں سے اس بات کا اعتراف کرے کہ نفع ونقصان پہنچانے والی ذات صرف اللہ ہی ہے، وہی لوگوں کا حقیقی رب، لوگوں کا حقیقی بادشاہ اور لوگوں کا حقیقی معبود ہے، اسلئے عبادت بھی صرف اور صرف اسی کی ہونی چاہیئے، اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک ٹھہرا کر خالص عبادت یا حقیقی عبادت کا مقصد ومدعا پورا نہیں ہوتا، مشرکین مکہ بھی عبادت کرتے تھے لیکن خدا کی خدائی میں معبودان باطل کو شریک کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا اس لئے ان کی عبادت قابل اعتناء نہیں ٹھہری کیونکہ اللہ واحد کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کے عمل کو انتہائی مذموم ومعیوب قرار دیا گیا ہے اور یہی عمل ان کی تباہی وبربادی کا موجب بنا، اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو یوں واضح فرما دیا:

"إنه من یشرك بالله فقد حرّم الله علیه الجنة. وما واه النار. وما للظالمین من انصار" [۵]

ترجمہ: جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

خدا کی خدائی میں معبودان باطل کی شرکت کو ایک جگہ ظلم عظیم قرار دیا گیا، یہ ظلم خود اپنی ذات پر بھی اور مالک حقیقی پر بھی ہے۔ فرمایا گیا:

"إنّ الشرك لظلم عظیم" [۶]

ترجمہ: حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

ان فرمودات الٰہی کی روشنی میں عبادت کے اسلامی تصور کا انتہائی درخشاں پہلو یہ ہے کہ عبادت صرف اور صرف اللہ کے لئے ہونی چاہیئے جیسا کہ فرمایا گیا:

"وما أمروا إلاّ لیعبدوالله مخلصین له الدین" [۷]

ترجمہ: اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے۔

عبادت کا اسلام میں انتہائی جامع تصور یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور دنیا کے ہر خطہ میں ہر لحظہ اور ہر پل مطلوب و مقصود ہے۔ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ بلاشبہ یہ انتہائی اہم اور اولین عبادات ہیں جو ایمان کے اولین مظاہر میں ہیں۔ لیکن عبادات صرف یہی ہیں اور بقیہ زندگی کے دوسرے معاملات میں شغل و انہماک کو عبادت نہیں کہا جانا چاہئے یہ سراسر باطل تصور ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جو کسی بھی شعبۂ زندگی کو تشنۂ وضاحت نہیں چھوڑتا۔ یہ عالمگیر ہے کسی بھی خطۂ ارض کو اپنی ضیاپاشیوں سے محروم نہیں رکھتا اور ایک مسلمان اللہ کا جز وقتی نہیں بلکہ کل وقتی خادم کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے مخصوص معاملات زندگی میں یا چند فرائض و احکام کی ادائیگی اور تکمیل سے ہی جامع عبادت کا منشاء پورا نہیں ہوتا بلکہ وہ چاہے جس شعبۂ زندگی میں مصروف ہو اور خطۂ ارض میں مقیم ہو وہاں بھی اس سے عبادت کا تقاضہ ہوتا ہے تبھی آیت مذکورہ (وما خلقت الجن والانس إلا ليعبدون) کا مفہوم مکمل ہو سکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیاسی مسائل یا تمدنی مسائل یا پھر اقتصادی مسائل میں مصروف عمل رہتے ہوئے ایک شخص عبادت کیسے کر سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ صرف سجدہ کرنے یا قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کرنے کے عمل کو ہی عبادت کا مظہر نہیں قرار دیا جاتا بلکہ مرضئ مولا کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان دنیا میں جو بھی کام کرتا ہے وہ سب عبادت میں شامل ہے، چنانچہ سیاسی مسائل ہوں یا معاشی مسائل، سماجی مسائل ہوں یا تمدنی مسائل، اقتصادی مسائل ہوں یا اخلاقی مسائل، مادی مسائل ہوں یا روحانی مسائل، اجتماعی مسائل ہوں یا انفرادی مسائل تمام ہی مسائل زندگی میں رب حقیقی کی خوشنودی کو مد نظر رکھتے ہوئے سرگرمئ عمل کا مظاہرہ کیا جائے اس کا نام عبادت ہے۔

عبادت کے اسلامی تصور کی مذکورہ بالا وضاحت سے ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج،

زکوٰۃ) کی اہمیت میں قطعاً کمی نہیں آتی بلکہ اس لحاظ سے اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ عبادتیں ٹریننگ کورس کے مخصوص مضامین کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ان عبادتوں میں کمال و پختگی پیدا کر لی جائے تو اس بات کے امکانات قوی تر ہو جاتے ہیں کہ تمام معاملات زندگی میں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا تقاضہ بآسانی پورا کیا جا سکتا ہے۔

اگر انسان عبادت کے اس اسلامی تصور کو ذہن نشین کرے اور عملی زندگی میں اس پر بطریق احسن عمل پیرا ہو جائے تو خود اس کی زندگی میں ایک انقلاب آ جاتا ہے وہ کبھی کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتا اور شرک جیسی لعنت سے کوسوں دور رہتے ہوئے محض خدائے حقیقی کی رضا و خوشنودی کا طالب بن جاتا ہے۔ وہ کبھی بھی باطل خداؤں کو خاطر میں نہیں لاتا اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ (لا نافع وضار إلا الله) وہ صرف اللہ واحد کے آگے اطاعت و سرافگندگی کا ثبوت دیتا ہے، معاشرہ پر یہ اثر ہوتا ہے کہ معاشرہ باطنی غلاظت سے پاک ہونے کی تلاش و جستجو میں سرگرداں ہو جاتا ہے، معاشرہ کے اندر صالحیت پیدا ہو جاتی ہے، شرک کا زور کم ہو جاتا اور دھیرے دھیرے توحید کا آوازہ بلند ہونے لگتا ہے۔ اسطرح ایک فرد، ایک معاشرہ، ایک ملک اور پوری دنیا میں حق اور اہل حق کا غلغلہ بلند ہوتا ہے اور جو دشمنان دین کے لئے تنبیہ اور تازیانہ کا کام بھی کرتا ہے۔ □

حواشی:

۱: سورۃ الجاثیۃ : (۱۳)
۲: سورۃ التین : (۴)
۳: سورۃ بنی اسرائیل : (۷۰)
۴: سورۃ الملک : (۲)
۵: سورۃ الذاریات : (۵۶)
۶: سورۃ المائدۃ : (۵۴)
۷: سورۃ لقمان : (۱۳)
۸: سورۃ البینۃ : (۵)

ھدایت کے چراغ

محمد بن حنفیہ

ابو جلیس ندوی

محمد بن حنفیہ کی اپنے بھائی حسن بن علی سے کسی بات پر ان بن ہو گئی، انھوں نے کہلا بھیجا کہ: "اللہ نے آپ کو گوناگوں فضیلتوں سے نوازا ہے"

آپ کی والدہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ہیں، جبکہ میری ماں بنو حنیفہ کی ایک ادنیٰ خاتون

آپ کے نانا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جبکہ میرے نانا جعفر بن قیس.

چہ نسبت خاک را با آسماں باد

اس لئے عاجزانہ درخواست ہے کہ یہ پیغام پہنچتے ہی آپ صلح کے لئے تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائیں تاکہ اس معاملہ میں بھی آپ کی فضیلت کا پہلو روشن ہو جائے۔

درخواست کا یہ قرینہ دیکھا تو حضرت حسنؓ مچل اٹھے، فوراً چھوٹے بھائی کے گھر پہنچے اور صلح صفائی کر کے باہمی محبت کو زندگی کی نئی روح بخش دی۔

یہ محمد بن حنفیہؒ کون ہیں؟ جن کے قرینۂ درخواست نے رنجشوں کی بیڑیاں کاٹ کے اڑا دیں، آیئے آج ان کی زندگی کا شروع سے مطالعہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری دور ہے، حضرت علیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں ایک دن عرض کرتے ہیں:

اے اللہ کے رسول!

میری تمنا ہے کہ آپ کے بعد اگر میرے کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھوں اور کنیت ابو القاسم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑی اچھی بات ہے۔

بات ختم ہو گئی، زمانہ کروٹیں بدلتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا، آپ کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت فاطمہؓ بھی رحلت کر گئیں۔

حضرت علیؓ نے بنو حنیفہ کے خانوادے کی ایک خاتون خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ سے شادی کر لی۔ ان کے بطن سے ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام حضرت علیؓ نے محمد

رکھا اور اس کی کنیت ابو القاسم ہی تجویز کی لیکن ان کو لوگ محمد بن حنفیہ کے نام سے ہی پکارا کیے تاکہ ان کے مقابلہ میں حضرت فاطمہؓ کے حسن و حسین کا امتیاز باقی رہے چنانچہ وہ اسی نام سے مشہور و معروف بھی ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے آخری دور میں محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد حضرت علیؓ کی تعلیم و تربیت میں نشو و نما پائی، چنانچہ علم و فضل، زہد و قناعت، عبادت و ریاضت، قوت و شجاعت اور فصاحت و بلاغت میں ان ہی کا نمونہ ثابت ہوئے۔

شیر خدا کی طرح یہ بھی میدان کارزار کے شہسوار اور رات کے اندھیروں میں ان ہی کی طرح صاحب محراب تھے۔

حضرت علیؓ جنگ میں ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھتے جبکہ حضرات حسنین کو جنگ و جدال کی ہولناکیوں سے اکثر دور رکھتے، ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا:

کیا وجہ ہے کہ آپ کے والد جنگوں میں ہمیشہ آپ کو ساتھ رکھتے ہیں جبکہ حسنؓ و حسینؓ کو جنگ میں لے جانا پسند نہیں کرتے؟

محمد بن حنفیہ نے جواب دیا:

میرے وہ دونوں بھائی ان کی دو آنکھیں ہیں اور میں ان کا ہاتھ، ہاتھ سے وہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے علمبردار محمد بن حنفیہ ہی تھے۔ اس جنگ کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

دونوں فوجیں برسر پیکار تھیں، لاشوں پر لاشیں بچھی جا رہی تھیں، ایسا لگ رہا تھا کہ فریقین میں سے کوئی سلامت نہیں رہ پائے گا اور سارے مسلمان کٹ مر کے ختم ہو جائیں گے، میں بے چین خون کے آنسو پی رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی:

مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔

کل تمہاری عورتوں اور بچوں کا کون سہارا بنے گا، تمہاری عزت و آبرو کا دفاع کون کرے گا۔ روم اور دیلم حملہ آور ہوں گے تو کون ان کا جواب دے گا۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور ملت اسلامیہ پر ترس کھاؤ۔

یہ آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں نے فوراً قسم کھالی کہ آج سے کسی مسلمان پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔

پھر یہ ہوا کہ حضرت علیؓ شہید کر دیے گئے اور معاویہ بن ابو سفیان کو لوگوں نے متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا۔ محمد بن حنفیہ نے صرف احوال ملت کی اصلاح، ملت کی شیرازہ بندی اور اسلام کی سربلندی کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت معاویہؓ کو بھی ان کے بیعت کے مخلصانہ ہونے کا یقین و احساس تھا اس لئے وہ موقعہ بہ موقعہ ان کی دلجوئی کرتے اور دمشق آکر ان سے ملاقات کرتے۔

ایک موقع اس طرح پیش آیا کہ:

شہنشاہ روم نے ان کو لکھا کہ بادشاہوں میں تو اوراث کے باہمی تبادلے کا دستور رہا ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کے مابین بھی یہ رسم کہیں زندہ رہے۔

خط کے ساتھ اس نے دو نادرِ روزگار آدمی بھیجے اور لکھا کہ ان دونوں کا مد مقابل آپ کے پاس ہو تو سامنا کرا کے دیکھ لیں۔

ان میں کا ایک جثہ و جسامت اور دراز قامتی میں بھاری بھرکم اونچی چٹان نظر آتا تھا جبکہ دوسرا فولاد و آہن کی طرح بہت طاقتور اور درندوں کی طرح خونخوار معلوم ہوتا تھا۔

امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاصؓ سے کہا:

ایسا بالا قد ایک آدمی تو میری نگاہ میں ہے جو اس آدمی کو مات دے سکے، وہ قیس بن سعد بن عبادہ اس رومی سے کہیں زیادہ دراز قامت ہیں، البتہ کوئی ایسا طاقتور آدمی نگاہ میں نہیں ہے جو اس رومی کو زیر کر سکے عمرو بن عاص نے کہا۔

دو آدمی تو ہیں، لیکن دونوں آپ سے کوئی لگاؤ اور میلاپ نہیں رکھتے ایک محمد بن حنفیہؓ اور دوسرے عبداللہ بن زبیرؓ۔

امیر معاویہ نے کہا

محمد بن حنفیہ کا تو ہم سے کچھ نہ کچھ لگاؤ ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا: لیکن کیا ان جیسا باوقار و پر جلال آدمی بطور تماشہ مقابلہ آرائی کے لئے تیار ہو سکے گا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: اسلام کی سربلندی کے لئے وہ ضرور تیار ہو جائیں گے۔

قیس بن سعد اور محمد بن حنفیہ کو بلاوا بھیجا گیا، دونوں آئے تو رومیوں سے ان کے مقابلے کا اہتمام کیا گیا۔

دونوں رومی غرور سے اکڑتے اپنے شانوں کو جھکاتے اس طرح سامنے آئے جیسے دنیا میں کوئی ان کا مد مقابل پیدا ہی نہ ہوا ہو۔

قیس بن سعد نے ایک کافر کی یہ شیخی اور طنطنہ دیکھا تو ان کا ایمان بپھر گیا، فوراً اپنا پاجامہ اتار کر اس کی جانب پھینکا، اس نے پہنا تو وہ اس کی گردن تک چڑھ گیا، ساری تماشگاہ قہقہوں سے گونج اٹھی، وہ پانی پانی ہو گیا اور شرم سے پھر سر اوپر نہ اٹھا سکا۔

اب طاقت کے مظاہرے کے لئے رومی پہلوان اچھل کر آگے آیا اسے یقین تھا کہ پہلی شکست کی شرمندگی کو اپنی قوت و شہ زوری کے بل پر سرخروئی میں بدل دے گا، وہ طاقت کے نشہ میں بدمست ہاتھی کی طرح جھومتا خم ٹھونک کر میدان میں آیا، ساری تماشگاہ حیرت و استعجاب میں ڈوب گئی کہ ایسا دیو پیکر انسان کبھی آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔

محمد بن حنفیہ اس کے مقابلے کے لئے سامنے آئے، انھوں نے رومی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ تمہاری چاہے تو بیٹھ کر میرا ہاتھ کھینچو اور کھینچ کر مجھے زمین پر بٹھا دو یا پھر جی چاہے تو میں بیٹھتا ہوں تم کھڑے ہو کر میرا ہاتھ کھینچو اور کھینچ کر مجھے کھڑا کر دو۔ اس نے کہا میں بیٹھ کر مقابلہ کروں گا۔ چنانچہ بیٹھ کر اس نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پوری قوت سے کھینچا، اس کے پسینے چھوٹ گئے لیکن محمد بن حنفیہ مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ کھڑے رہے، کوئی ذرا جنبش بھی نہ ہوئی۔

جب اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ وہ کر چکا تو محمد بن حنفیہ نے کہا: اب تم اپنے آپ کو روکو، میں تمہیں کھینچتا ہوں۔

یہ کہہ کر انھوں نے تھوڑا زور لگا کر اسے کھینچا، وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اس طرح سے کھڑا

ہو گیا جیسے کوئی کمسن بچہ جوان کے مقابلے میں۔

رومی پہلوان شکست کھا چکا تھا، لیکن اس کی طاقت کے غرور نے اسے اپنی شکست نہ تسلیم کرنے دیا وہ طیش میں آکر بولا:

میں اس مقابلہ کو نہیں تسلیم کرتا، آپ نے میرے ساتھ چالاکی کی ہے۔

محمد بن حنفیہ نے پوچھا ......؟

اس نے کہا: یہی کہ آپ نے مجھ کو بٹھا دیا اور خود کھڑے رہے۔

محمد بن حنفیہ نے کہا: آؤ میں بیٹھتا ہوں تم کھڑے ہو کر میرا ہاتھ پکڑو اور کھینچ کر مجھے اٹھا دو۔

محمد حنفیہ نے بیٹھ کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا زور لگا کر کھینچو۔ اس نے منہ بنا بنا کر مختلف زاویوں سے ان کو کھینچ کر اٹھا دینا چاہا لیکن تھک ہار کے بے بس ہو گیا، تب محمد بن حنفیہ نے کہا،

اب میں تم کو کھینچ کر زمین پر بٹھاتا ہوں تم اپنے آپ کو پوری قوت سے سنبھالو۔

وہ زمین پر اپنی پوری قوت سے پہاڑ کی طرح گڑ گیا۔ محمد بن حنفیہ نے ہلکا سا جھٹکا دیا اور شاخ سے ٹوٹ کر گرنے والے پھل کی طرح وہ یک لخت زمین سے آلگا۔ اور پھر شرم سے سر اوپر نہ اٹھا سکا۔

دونوں رومی شکست خوردہ و خوار یہ احساس لے کر واپس لوٹے کہ مسلمان کسی معاملہ میں مفتوح نہیں ہو سکتا کہ یہ قوم غلبہ و قوت کی قوم ہے، جو کبھی کسی پہلو سے زیر نہیں ہو سکتی۔

زمانہ گذرتا رہا، حالات کروٹیں بدلتے رہے، معاویہ اور یزید، مروان یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوتے گئے اور عبد الملک بن مروان تخت نشین خلافت ہوا۔ ملک کا تمام علاقہ اس کی خلافت پر متفق تھا، لیکن حجاز و عراق میں عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم تھی۔

جو لوگ اس معاملہ میں غیر جانبدار تھے اور اب تک کسی کی خلافت کے لئے بیعت نہیں کی تھی یہ دونوں اپنی اپنی بیعت کے لئے ان پر دباؤ ڈالنے لگے، کیونکہ دونوں ہی اپنے اپنے طور پر خود کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔

چونکہ تمام اہل حجاز نے عبد اللہ بن زبیرؓ کو متفقہ طور پر اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اس لئے انھوں نے محمد بن حنفیہؒ سے بھی اپنی بیعت کا مطالبہ کیا، لیکن محمد حنفیہؒ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ خلافت کے دو مرکز ہوں گے تو ان میں ٹکراؤ ضرور ہوگا اور ٹکراؤ کی صورت میں مسلمانوں کا خون ہی بہے گا۔ اس لئے اگر کسی ایک کی خلافت تسلیم کر لی جائے تو پھر ضرور [illegible] دوسرے کے خلاف تلوار اٹھائی جائے، اور صفین میں مسلمانوں کی خون کی ارزانی کا منظر دیکھ کر وہ خدا سے عہد کر چکے تھے کہ کسی مسلمان کے خلاف تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔ اس لئے انھوں نے عبد اللہ بن زبیرؓ سے کہا:

آپ کو معلوم ہوگا کہ خلافت کی مجھے تمنا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ارادہ، میں صرف اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ سارے مسلمان کسی ایک کی خلافت پر متفق ہو جائیں تو میں بھی الجماعۃ میں شامل ہو کر بیعت کر لوں۔ بصورت دیگر میں فتنوں سے دور رہنے کی کوشش کروں گا۔

اس کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ ان سے نرمی کا معاملہ کرنے لگے، لیکن جلد ہی پھر سختی پر اتر آئے۔

محمد بن حنفیہ فتنوں سے کنارہ کش تنہائی رہنا چاہتے تھے لیکن تنہا نہ رہ سکے، رفتہ رفتہ بہت سارے لوگ ہم خیال و ہمنوا ہوتے گئے، دھیرے دھیرے ان کے متبعین کی تعداد سات ہزار سے متجاوز ہو گئی، ان کے پیروؤں کی تعداد میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جاتا، عبد اللہ بن زبیرؓ کی تشویش بھی دو چند ہوتی جاتی۔ انجام کار محمد بن حنفیہ کے خلاف ان کے رویہ میں سختی آگئی اور انھوں نے ان کو حکم دے دیا کہ وہ مکہ میں اپنی گھاٹی سے باہر نہ نکلیں، مزید برآں ان پر نگراں مقرر کر دیے جو ان کی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں۔

اس کے بعد ان سے کہا:

آپ بیعت کریں ورنہ زندہ جلا دیے جائیں گے۔

اس تہدیدی حکم کے بعد ان کو ان کے پیروؤں کے ساتھ ایک گھر میں اکٹھا کیا گیا اور اس گھر کے چاروں طرف دیواروں تک لکڑیاں چن دی گئیں بس ایک شتابہ دکھانے کی ہی دیر

تھی، سارے کے سارے لوگ راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتے۔

ان کے پیروؤں میں سے کسی نے کہا: اجازت دیں تو امت کی جاں بخشی کے لئے عبد اللہ بن زبیر کا سر قلم کر دوں، ایسے نازک ترین موقع پر بھی محمد حنفیہ کی حق دوستی کا جواب تھا کہ وہ جس فتنے سے بچنے کے لئے ہم نے غیر جانبداری کی، دوبارہ اسی فتنہ کی بارود کو ہم شتاب پھر دکھائیں۔ کیا صحابہ اور ان کی اولاد کے قاتل ہم لوگ ہوں گے، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ادھر عبد الملک بن مروان کو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ محمد بن حنفیہ کے درپے آزار ہیں تو انھوں نے ان کی دلجوئی کا بڑا اشتیاق انگیز خط لکھا، خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

بڑے دکھ کی بات ہے کہ عبد اللہ آپ کے ساتھ حق ناشناسی کر رہے ہیں، ہمارا ملک، شام کی سرزمین کا چپہ چپہ آپ کے خیر مقدم کے لئے بے چین ہے اور ہماری آنکھیں آپ کے لئے مشتاق دید، آپ یہاں آکر جہاں چاہیں قیام فرمائیں، ہر جگہ آپ کی یکساں عزت و پذیرائی ہوگی اور ہر شخص کو آپ اپنا مخلص و جاں نثار پا کر خوش ہوں گے۔

محمد بن حنفیہ تنگ آ چکے تھے، اس لئے خط پاتے ہی اپنے پیروؤں کو لیکر ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے، ایلہ پہنچ کر قیام فرمایا، لوگوں نے طرح طرح سے پذیرائی کی، ان کی عبادت و تقویٰ شعاری دیکھی تو ان کے گرویدہ و شیدا ہو گئے۔

عبد الملک بن مروان کو جب معلوم ہوا کہ اس کے ملک کے باشندے بھی جوق در جوق ان کے پرستار و جاں نثار ہو رہے ہیں تو اسے بھی تشویش ہونے لگی کہ کہیں یہ طاقتور ہو کر سرچشمۂ شورش نہ بن جائیں۔

اس نے اپنے مشیروں سے پوچھا تو انھوں نے کہا: آپ محمد بن حنفیہ کی ہر دلعزیزی اور محبوبیت سے واقف ہیں، عام لوگوں کے دلوں میں ان کے احترام و محبت کا جو جذبہ پایا جاتا ہے اس کے پیش نظر آپ کے حق میں یہ بات بہتر نہ ہوگی کہ ان کو اس طرح کھلے عام حلقہ بنانے اور عوامی طاقت کا مرکز بننے کی کھلی اجازت دے دیں، الا یہ کہ وہ بھی آپ کی خلافت کو تسلیم کر لیں اور بیعت کر کے اطاعت کا اقرار کر لیں۔

اس مشورہ کے بعد عبد الملک نے ان کو پھر دوسرا خط یوں لکھا:

آپ کو معلوم ہے کہ عبد اللہ بن زبیرؓ سے ہماری جنگ چل رہی ہے، ایسی صورت میں بیعت خلافت کے بغیر کسی ملک میں رہنے کی اجازت دینا دور اندیشی کے خلاف ہے، اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ بیعت قبول کر لیں، مال و اسباب سے لدی ہوئی سو کشتیاں آپ کی نذر کر رہا ہوں جو بندرگاہ قلزم سے آئی ہیں اس کے علاوہ مزید دو لاکھ درہم آپ کا وظیفہ مقرر کئے دیتا ہوں تاکہ آپ خانگی امور و معاملات کو استوار رکھ سکیں۔

خدانخواستہ بیعت منظور نہ ہو تو میری مملکت سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔

محمد بن حنفیہ نے جواب دیا: ہر حال میں اللہ کا شکر و احسان ہے، میری جانب سے آپ مبتلاء تشویش ہیں، میرا گمان تھا کہ امر خلافت کے تعلق سے آپ کو میرا نقطہ نظر معلوم ہوگا، میں پھر وضاحت کئے دیتا ہوں کہ میں اپنی خلافت کے لئے خود کسی سے کوئی بات نہ کہوں گا اور خدانخواستہ تمام لوگ اگر مجھے خلیفہ منتخب کر لیں اور صرف ایک آدمی کو میری خلافت منظور نہ ہو تو اس صورت میں بھی میں خلافت کو قبول نہ کروں گا۔

میں مکہ میں مقیم تھا، عبد اللہ بن زبیر کی زور آوری دیکھ کر یہاں آیا کہ آپ کی دعوت قبول کر کے شام میں بودوباش اختیار کر لوں۔

لیکن آپ نے اندیشہ کا اظہار کیا ہے تو ان شاء اللہ یہاں سے بھی واپس ہو جاؤں گا۔

خط لکھ کر قاصد کے حوالہ کیا اور شام سے نکل پڑے لیکن جہاں پہنچے، تنگ کئے گئے، کہیں کوئی جائے امان نہ ملی، اسی دوران حجاج بن یوسف نے عبد اللہ بن زبیر کا خاتمہ کر دیا، تمام امت اسلامیہ نے عبد الملک کو متفقہ طور پر اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا، تو انھوں نے بھی اس کی بیعت قبول کر لی اور تحریری طور پر عبد الملک کو اس کی اطلاع بھیج دی۔ عبد الملک نے حجاج کو لکھا کہ وہ ان کی خاطر خواہ تعظیم و تکریم کرے اور ان کے مرتبہ و مقام اور حقوق و قرابت کا پورا پورا خیال رکھے، لیکن محمد بن حنفیہ تھوڑے دنوں بعد ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، اللہ ان کی روح کو شاد رکھے۔

جین مت (۲)

انیس احمد فلاحی

جینی مصادر

مذہبی امور پر مہاویر جین سوامی کے چھپن لیکچر اور لیکچر کے دوران کیے گئے ۳۶ سوالوں کے جوابات اور آپ کے مریدوں اور شاگردوں کے خطبوں اور پند و نصائح کے مجموعہ کو جین مت میں کتاب مقدس کا درجہ حاصل ہے۔

تاریخ تدوین

مہاویر جین سوامی نے اپنی تعلیمات کو نہ تو خود مرتب کیا اور نہ ہی آپ کی زندگی میں وہ تحریری شکل میں آئیں بلکہ وہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں اور آپ کے انتقال کے ۱۷۰ سال بعد پاٹلی پتر (پٹنہ) میں منعقدہ پہلی جین کونسل میں منظم صورت میں مرتب کی گئیں اور اس کے بعد بھی وہ یادداشت کے سہارے ہی محفوظ رہیں۔ ان منظم تعلیمات کو "دوادش انگ" کا نام دیا گیا۔ دگامبر فرقے کے نزدیک ان تعلیمات کو پھر ۱۵۷م میں "سُند کُند اسوامی" نے مدون کیا جنھیں "پُروا" کہا جاتا ہے جن کی تعداد ۱۴ تھی۔ پھر آپ کے شاگرد اوما سوامی نے آپ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے جین مت پر ایک مستند اور جامع کتاب تالیف کی جو "تتوارتھ آدیگما سوتر" کے نام سے معروف ہے۔

سوئتامبر فرقے کے نزدیک یہ تعلیمات تقریباً ایک ہزار سال تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہیں اور ایک ہزار سال کے بعد ۴۵۳م میں والابھی (Valabhi) کے مقام پر منعقدہ چوتھی جین کونسل میں دیوردھی کی صدارت میں سنسکرت زبان اور پراکرت میں لکھی گئیں جبکہ یہ تعلیمات اس سے پہلے (اردھ ماگدھی) زبان میں تھیں۔ یہ مدون روایات اسانید سے خالی ہیں اس لئے ان کی صحت و ضعف کا اندازہ لگانا ایک مشکل امر ہے نیز ایک ہزار سال سے زائد عرصے میں محض حافظہ کی مدد سے ان تعلیمات کی نسل در نسل منتقلی سے ان میں بڑی تعداد میں تبدیلیاں اور کمی بیشی ہوتی رہی، بلکہ یہ سلسلہ ان تعلیمات کے تحریری شکل میں آجانے کے بعد بھی جاری رہا جس کا اندازہ ان تحریروں کی زبان اسلوب تحریر اور موضوع کے برتنے میں اختلافات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

سوئتامبر کے فرقے کے نزدیک جو کتابیں مقدس شمار ہوتی ہیں وہ ۴۵ آگماؤں (مقدس صحیفوں) پر مشتمل ہیں، ان میں گیارہ انگ: [۱] آچار [۲] سوتر کرت [۳] ستھان [۴] سموائے [۵] بھگوتی [۶] جناتھ دھرم کتھاس [۷] اوپ سکھ شاس [۸] انت کرت دشاس [۹] انتر وپ پاتکھ شاس پرش [۱۰] دیاکرن [۱۱] وپاک۔ یہ کتابیں مہاویر اور ان کے شاگرد Indra Bhuti کے درمیان مذہبی امور پر ہوئے مکالموں پر مشتمل ہیں۔

بارہ اپ انگ (ذیلی انگ) [۱] اوپ پاتک [۲] راج پرشنی یہ [۳] جیو [۴] بھتم [۵] پرگیاپنا [۶] جم بودویپ [۷] پرگیاپتی [۸] چندر پرگیاپتی [۹] سوریہ پرگیاپتی [۱۰] نریاولی [۱۱] کلپاوتم وشکلشیکا پُشپ پچولیکا [۱۲] ورشنی دشاس۔

چار مول سوتر (یعنی متن) [۱] اوترادھیین [۲] آوشیک [۳] دشوے کالک [۴] پنڈ نرکتی۔

چھ چھید سوتر (یعنی اصولوں سے متعلق چھ کتابیں) [۱] ونشیتھ [۲] مہا نشیتھ [۳] ویوہار [۴] دش شرت سکندھ [۵] برہت کلپ [۶] پنچ کلپ۔

دو چولیکا (یعنی کتب فہرست) [۱] [۲]

اور دس پرکیرنکا (متعدد مصادر سے ماخوذ کتابیں) شامل ہیں (پرکیرنکا یہ ہیں) [۱] چتو شرن [۲] سمستار [۳] اوتر پرتے اکھیان [۴] بھکتا پرگیا [۵] تن دول ویالی [۶] چندا ویج [۷] دیویندر ستو [۸] گنی ویج [۹] مہا پرتے یاکھیان [۱۰] ویر ستو۔

دگامبر ان صحیفوں کو نہیں مانتے ہیں، ان کے نزدیک یہ تمام مقدس کتابیں ناپید ہو گئی ہیں اور ان قدیم ناموں سے موسوم کتابیں جعلی ہیں۔

ان مقدس صحیفوں کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ پہلی صدی عیسوی سے ہی جاری ہے جس کی وجہ سے مقدس کتابوں کی بے شمار تفاسیر منظر عام پر آگئیں، یہ تشریحات و تفاسیر، پراکرت، سنسکرت اور جینی مہاراشٹری زبانوں میں ہیں۔

ان تفاسیر کے علاوہ بعد کے جین عالموں نے آزادانہ طور سے بھی مقدس کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے جین تعلیمات اور عقائد پر طبع زاد کتابیں تصنیف کیں، پھر ان عالمانہ

کتابوں کی بھی شرحوں اور حاشیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ ان کے علاوہ جین عالموں نے بہت سے اخلاقی قصے بھی لکھے ہیں جن میں "سراج بھاوپ" "مت بھاؤ پرپن چا" کافی مشہور ہیں۔

جین مت کی اشاعت

"کیولیہ" کے مقام پر فائز ہونے کے بعد مہاویر جین سوامی نے اپنی عمر کے بقیہ حصہ کو جین مت کی اشاعت میں صرف کر دیا۔ آپ کی انتھک کوششوں سے جین مت مشرقی ہندوستان کی ریاست "مگدھ" سے نکل کر مغرب میں بنارس تک پہنچ گیا اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کے خاص گیارہ شاگردوں کی کوششوں سے منڈاسر اور اجین تک پہنچ گیا۔

چوتھی صدی قبل مسیح کے نصف میں جین مت کے آٹھویں سربراہ "بھدرا بہو" کی کوششوں سے جین مت کا دائرہ نیپال سے شرون بیلگولا (میسور) تک وسیع ہو گیا اور پہلی صدی قبل مسیح میں مشہور جینی رہنما کلک آچاریہ کی کوششوں سے مغربی ہندوستان میں بھی اس کے قدم جم گئے اور جنوب کی متعدد ریاستوں کے حکمرانوں کی پرجوش سرپرستی کی وجہ سے جنوبی ہندوستان میں جین مت ہر خاص وعام کا مذہب بن گیا۔

جین مت کی مقبولیت اور اشاعت کے اہم اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) عقیدہ مساوات :- جین دھرم نے ویدک ادب کے برخلاف ہر ذات و صنف کے لوگوں کے لئے مذہبی تعلیم کے دروازے کھول دیے، مہاویر جین سوامی کا کہنا تھا کہ: "کائنات میں پائی جانے والی تمام چیزوں کی روح ایک جیسی ہے لہذا حصول نجات کے لئے مرد و زن یا برہمن و شودر کی بناء پر تفریق کرنا درست نہیں ہے" اس کی وجہ سے شودروں اور عورتوں میں اس مذہب کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔

(۲) عوامی اور علاقائی زبانوں کا استعمال :- برہمنی مت سے متعلق تمام تر مذہبی ادب اور اس کی تعلیم و تدریس سنسکرت زبان میں تھی جبکہ عوام کی زبان وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بہت بدل چکی تھی اس لئے ہندوستان کے عوام کے لئے برہمنی مت کے افکار و خیالات سے براہ راست کوئی استفادہ ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

مہاویر نے برہمنی مت کے برخلاف اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے عوامی زبانوں کا استعمال کیا اور اس طرح وہ عوام سے براہ راست رابطہ قائم کرنے اور ان کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہے۔

(۳) سرکاری سرپرستی :- مہاویر جین سوامی شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کی بناء پر مگدھ کی ریاست کے بااثر لوگوں نے جین مت قبول کر لیا اور ان لوگوں نے اس کی اشاعت میں اہم رول ادا کیا۔ بعد کے مختلف ادوار میں بھی جین مت کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی چنانچہ اڑیسہ کے راجہ کھارویل اور اشوک کے پوتے سمپراتی نے پرجوش طریقے سے جین مت کی سرپرستی فرمائی۔ گجرات میں شاک حکومت کے کئی راجہ اور چھٹی صدی عیسوی سے بارہویں صدی عیسوی تک جنوبی ہندوستان میں قائم ہونے والی متعدد ریاستوں (جیسے گنگا کدمبا، چالوکیہ اور راشٹر کوٹ وغیرہ) کے حکمراں خاندانوں نے بھی اس مذہب کی اشاعت اور ترقی کے لئے کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔

تنظیم کا قیام

مہاویر نے جین مت کے پیروؤں کی تنظیم قائم کی، اس تنظیم کے ممبروں کو سیدھی سادی زندگی گذارنی ہوتی، وہ مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے نیز مہاویر کا وعظ سن کر عوام میں تبلیغ کرتے، مہاویر کے انتقال کے بعد "جین سنگھ" کی صدارت "سودھرمن" کے ذمہ کی گئی، انھوں نے اپنے بائیس سالہ دور صدارت میں اپنی انتھک کوششوں سے جین مت کو عروج پر پہنچا دیا۔ آپ کی وفات کے بعد "جمبلو" صدر منتخب کیے گئے جنھوں نے ۴۴ سال جین سنگھ کی صدارت کی اور اپنے دور صدارت میں دھرم کی اشاعت سے متعلق قابل قدر خدمات انجام دیں۔ "جین سنگھ" نے مختلف کونسلیں منعقد کر کے جینی ادب کو مدون کیا اور امتداد زمانہ سے در آنے والی خرابیوں کی اصلاح کر کے مذہب کو حالات کے مطابق قابل عمل بنا کر پیش کرنے کی بیش قیمت خدمات انجام دیں۔

ذکر جلیل ؒ ضمیمہ (۵)

عبد البر اثری فلاحی

گذشتہ شمارے میں نظائر قرآنی کا وہ حصہ نقل کیا گیا تھا جو دیوان الحماسہ سے مولانا مرحوم نے مرتب فرمائے تھے، لیکن دیوان الحماسہ سے کہیں زیادہ معلقات کو درجہ استناد حاصل ہے اس لئے مولانا نے خصوصی توجہ سے معلقات سے شواہد جمع فرمائے تھے جو کافی تعداد میں ہیں اس شمارے میں بعض معلقات سے ماخوذ شواہد نقل کیے جا رہے ہیں بقیہ ان شاء اللہ اگلے شماروں میں نقل کیے جائیں گے۔

(۱) ذهب إلىٰ أهله يتمطى (القيامة : ٣٣) قال امرء القيس :

فقلت له لما تمطّىٰ بصلبه   واردف اعجازا وناء بكلكل

(٢) اصابت حرث قوم (آل عمران : ١١٧) نزد له في حرثه (الشورىٰ: ٢٠)

قال امرء القيس :

كلانا اذا مانال شيئا أفاته   ومن يحترث حرثي وحرثك يهزل

(٣) واثرن به نقعا (العاديات : ٤) قال امرء القيس:

مسح اذا ما السابحات علىٰ الوفي   اثرن غبارا بالكديد المركل

(٤) في صرّة (الذاريات: ٢٩)، لو تزيّلوا لعذبنا (الفتح:) قال امرء القيس

فالهنا بالهاديات ودونه   جواهرها في صرة لم تزيّل

(٥) نضجت جلودهم (النساء : ٥٦) قال امرء القيس:

فظل طهاة اللحم مابين منضج   صفيف شواء او قدير معجل

(٦) يكاد سنا برقه (النور: ٤٣) قال امرء القيس يصف سحابة بارقة :

يضيئ سناه او مصابيح راهب   اهان السليط بالذبال المفتل

(٧) لأصلبنكم في جذوع النخل (طٰه : ٧١) قال امرء القيس:

وتيماء لم يترك بها جذع نخلة   ولا أطما الا مشيدا بجندل

(٨) الغثاء (المؤمنون : ٤١/الاعلىٰ : ٥) قال امرء القيس:

كأن ذرى رأس المجيمر غدوة   من السيل والغثاء فلكة مغزل

(٩) العهن (المعارج : ٩/ القارعة : ٥) قال زهير :

كأن فتات العهن في كل منزل   نزلن به حب القنا لم يحطم

(١٠) الرجم (الكهف: ٢٢) قال زهير :

وما الحرب الا ماعلمتم وذقتم   وما هو عنها بالحديث المرجم

(١١) فرقنا بكم البحر (البقرة : ٥٠) قال زهير :

رعوا ما رعوا من ظمئهم ثم اوردوا   غمارا تفرّى بالسلاح و بالدم

(١٢) اسباب السماء (غافر : ٣٧) قال زهير :

ومن هاب اسباب المنايا ينلنه   ولو رام اسباب السماء بسلّم

(١٣) البر (البقرة: ١٧٧) قال زهير :

ومن يوف لا يذمم ومن يفض قلبه   إلىٰ مطمئن البر لا يتجمجم

(١٤) آل (البقرة: ٤٩) قال النابغة الذبياني:

وقفت فيها سراة اليوم اسألها   عن آل نعم امونا عبر أسفار

(١٥) اراني بمعنىٰ كنت اراني   قال النابغة الذبياني:

وقد اراني ونعما لاهيين بها   والدهر والعيش لم يهمم بامرار

(١٦) يخلق طورا (نوح : ١٤) قال النابغة الذبياني:

فإن افاق لقد طالت عمايته   والمرء يخلق طورا بعد اطوار

(١٧) مورا (الطور : ٩) قال النابغة الذبياني:

اقوى واقفر من نعم وغيّره   هوج الرياح بهابي الترب موّار

(١٨) ذاك للمؤنث   قال النابغة الذبياني:

نبئت نعما على الهجران عاتبة   سقيا و رعيا لذاك العاتب الزاري

(١٩) النجم بمعنىٰ الثريا (النحل : ١٦/ النجم : ١) قال النابغة الذبياني:

اقول والنجم قد مالت اواخره   إلىٰ المغيب تثبت نظرة حار

(٢٠) السفيه بمعنى الرئيس (الجنّ : ٤) قال النابغة الذبياني:

ان الحمول التي راحت مهجرة   يتبعن كل سفيه الرأى مغيار

(٢١) هار (التوبة : ١٠٩) قال النابغة الذبياني:

نواعم مثل بيضات بمحنية   يحفهــن ظليــم فى نقا هار

(٢٢) هاد (الرعد: ٧، ٣٣) قال النابغة الذبياني:

تجتاب أرضا إلىٰ أرض بذى زجل   ماض على الهول هاد غير محياد

(٢٣) جدد (فاطر : ٢٧) قال النابغة الذبياني:

كانما الرحل منها فوق ذى جدد   ذبّ الرياد الى الاشباح نظار

(٢٤) اطاع له (النساء : ٨٠) قال النابغة الذبياني:

بحرس و حد جاب اطاع له   نبات غيث من الوسمي مبكار

(٢٥) تسفع (العلق : ١٥) حاصب (الاسراء: ٦٨) قال النابغة الذبياني:

باتت له ليلة شهباء تسفعه   بحاصب ذات شفان و امطار

(٢٦) اسفر (المدثر: ٣٤) قال النابغة الذبياني:

حتى اذا ماانجلت ظلماء ليلته   و اسفر الصبح عنه أى أسفار

(٢٧) اعتراض بين الفعل و فاعله. قال النابغة الذبياني:

يسعى بغضف برها فهى طاوية   طول ارتحال بمعامنه و تسيار

"فهى طاوية" اعترضت بين فعل وفاعله

(٢٨) ارسال (يوسف : ١٦) قال النابغة الذبياني:

حتى اذا الثور بعد النفر امكنه   اشلى وأرسل غضفا كلها ضاه

(٢٩) خشية العار تفسير لقوله لحاظا. قال النابغة الذبياني:

نكــر محميــة من أن يفـرّ كما   كرّ المحامى لحاظا خشية العار

(٣٠) الكوكب الدرى (النور: ٣٥) قال النابغة الذبياني:

انقض كالكوكب الدرى منصلتا   يهوى و يخلط تقريبا باحضار

(٣١) يذرين اى ينثرن (الكهف : ٤٥) قال النابغة الذبياني:

يذرين دمعا على الاشفار منحدرا   يأملن رحلة حصن وابن سيّار

(٣٢) الطائف (الاعراف : ٢٠١/ القلم: ١٩) قال الاعشى:

لات هنا ذكرى جبيرة اومن   جاء منها بطائف الاهوال

(٣٣) افضى إلىٰ (النساء: ٢١) قال الاعشى:

رب خرق من دونها يخرس السفر   وميــل يفضــى إلــىٰ أميال

(٣٤) لقد اضحى اى كنت اضحى. قال الاعشى:

فلئن شطّ بي المزار لقد اضحى   قليــل الهمــوم ناعــم بــال

(٣٥) نفى الشيئ فنفى فعله. قال الاعشى:

لم تعطف على حوار ولم يقطع   عبيــد عروقهــا من خمال

(٣٦) عن ليال اى بعد ليال، عن بمعني بعد. قال الاعشى:

واذا مال الظلال خففت وكان الشرب   خمســا يرجــونه عن ليــال

(٣٧) الصلصل (الحجر: ٢٦، ٢٨، ٣٣/ الرحمن: ١٤) قال الاعشى:

عنتريس تعدو اذا حرّك السوط   كعــدو الصلصل الجــوال

(٣٨) الحثيث (الاعراف: ٥٤) قال الاعشى:

غادر الوحش في الغبار و عاداه   حثيثــا لهــوة الادخــال

(٣٩) الإعمال (   ) قال الاعشى:

ذاك شبهت ناقتي عن يمين الرعن   بعــد الكــلال والإعمــال

(٤٠) الالتفات اى حذف "اقول لها" من قوله. قال الاعشى:

لا تشكّى إلىّ من ألم النسع   ولا من حفى ولا من كلال

(٤١) شديد المحال (الرعد: ١٣) قال الاعشى:

فرع نبع يهتزّ في غصن المجد   غــزيــر النــدى شديد المحال

(٤٢) البر والتقى (البقرة: ١٧٧) (البقرة: ٢) قال الاعشى:

عنده البر والتقى وأسى الشق   وحمل للمعضلات الثقال

(٤٣) صلة الرحم وفك الاسير (البقرة: ٢٧) (البلد: ١٣) قال الاعشى:

وصلات الارحام قد علم الناس   وفــك الأســرى من الأغــلال

(٤٤) غراما (الفرقان: ٦٥) قال الاعشى:

ان يعاقب يكن غراما وان يعط   جزيلا فإنه لايبالى

(انظر إن وفإن)

(٤٥) البغىّ (مريم: ٢٠، ٢٨) قال الاعشى:

والبغايا يركضن اكسية الاضريج   والشرعبيّ ذا الاذيال

(٤٦) بصحاف من فضة (الزخرف: ٧١) قال الاعشى:

والمكاكيك والصحاف من الفضة   والضامرات تحت الرحال

(٤٧) نسج داؤد ( ) قال الاعشى:

ودروعا من نسج داوُد فى الحرب   وسوقا يحملن فوق الجمال

(٤٨) دان بمعنى ساس والدين بمعنى الطاعة. قال الاعشى:

هو دان الرباب اذكرهو الدين   دراكا بغزوة واحتيال

(٤٩) دانت بمعنى ذلت وانقادت. قال الاعشى:

ثم دانت بعد الرباب وكانت   كعذاب عقوبة الاقيال

(٥٠) البوار (ابراهيم: ٢٨) قال الاعشى:

للعدا عندك البوار ومن واليت   لم يعر عقده بإغتيال

(٥١) خلود الجبال (محمد: ١٥) قال الاعشى:

لن يزالوا كذلكم ثم لا زلت   لهم خالداً خلود الجبال

(٥٢) الشوى (المعارج: ١٦) قال الاعشى:

مدمج سابغ الضلوع طويل الشخص   عبل الشوى مسمر الاعالى

(٥٣) قائما حال عن المضاف إليه قال الاعشى:

وقيامى عليه غير مضيع   قائماً بالغدو والآصال

(٥٤) الصفصف (طه: ١٠٦) قال الاعشى:

فجلا الصون والنضامير عن سيد   جرى بين صفصف ورمال

(٥٥) صافن (ص: ٣١) قال الاعشى:

يملأ العين عاديا ومقودا   ومعزى وصافنا فى الجلال

(٥٦) تراعى حال عن المجرور. قال الاعشى:

فاذا نحن بالوحوش تراعى   صوب غيث مجلجل هطال

(٥٧) تذروه (الكهف: ٤٥) قال الاعشى:

فجرى بالفلام شبه حريق   فى يبس تذروه ريح الشمال

(٥٨) لمحة الطرف (النحل: ٧٧/ القمر: ٥٠) قال الاعشى:

لم يكن غير لمحة الطرف حتى   كبّ تسعا لقيامها كالمغالى

(٥٩) محلها بدل فعله مقدر فى قوله. قال لبيد:

عفت الديار محلها فمقامها   بمنىً تأبّد غولها فرجامها

(٦٠) وكذلك حلالها فى قوله بدل فعله مقدر. قال لبيد:

ومن تحرم بعد عهد انيسها   حجج خلون حلالها وحرامها

(٦١) صاب ( ) قال لبيد:

رزقت مرابيع النجوم وصابها   ودق الرواعد جودها فرهامها

(٦٢) الزوج (الحج: ٥) قال لبيد:

من كل محفوف يظل عصيّه   زوج عليه كلة وقرامها

(٦٣) الاسباب (البقرة: ١٦٦) قال لبيد:

بل ما تذكر من نوار وقد نأت   وتقطعت اسبابها ورمامها

(٦٤) تعرّض ( ) قال لبيد:

فاقطع لبانة من تعرّض وصله   ولشر واصل خلة صرّامها

(٦٥) زاغ (النجم: ١٧) قال لبيد:

واحب المجامل بالجزيل وصرمه   باق اذا ظلعت و زاغ قوامها

(٦٦) صيام (البقرة: ١٨٣) قال لبيد:

حتى اذا سلخا جمادى ستة   جزء افطال صيامه و صيامها

(٦٧) مرّة (النجم: ٦) قال لبيد:

رجعا بأمرهما الى ذى مرّة   حصد و نجح صريمة ابرامها

(٦٨) السرى (مريم: ٢٤) المسجور (الطور: ٦) قال لبيد:

فتوسطا عرض السرى وصدعا   مسجورة متجاورا قلامها

(٦٩) المزّ بمعنى القطع (فصلت: ٨ / التين: ٦) قال لبيد:

لمعفــر قهــد تنازع شلـــوه — غبس كواسب ما يمنّ طعامها

(٧٠) قوام (الفرقان: ٦٧) قال لبيد:

أفتلك ام وحشية مسبوعة — خذلت وهادية الصوار قوامها

(٧١) دائما تسجامها حال عن المجرور. قال لبيد:

باتت واسبل واكف من ديمة — يروى الخمائل دائما تسجامها

(٧٢) كفر النجوم (الغاشية: ٢٣) قال لبيد:

يعلو طريقة متنها متواتر — فى ليلة كفر النجوم غمامها

(٧٣) سلّ نظامها حال عن المجرور. قال لبيد:

وتضيئ فى وجه الظلام منيرة — كجمانة البحرى سلّ نظامها

(٧٤) ظهر غيب (الجن: ٢٦) قال لبيد:

وتسمعت رزّ الأنيق فراعها — عن ظهر غيب والأنين سقامها

(٧٥) الفرج (الأنبياء: ٩١) قال لبيد:

فعدت كلا الفرجين تحسب أنه — مولى المخافة خلفها وأمامها

(٧٦) الكافر (البقرة: ٤١) قال لبيد:

حتى اذا ألقت يدا فى كافر — واجنّ عورات الثغور ظلامها

(٧٧) حصرت صدورهم (النساء: ٩٠) قال لبيد:

أسهلت وانتصبت كجذع منيفة — جرداء يحصر دونها جرامها

(٧٨) الميسر كان للجود (البقرة: ٢١٩) قال لبيد:

وجزور أيسار دعوت لحتفها — بمغالق متشابه اجسامها

(٧٩) هضم (طه: ١١٢ / الشعراء: ١٤٨) قال لبيد:

فالضيف والجار الغريب كأنما — هبطا تبالة مخصبا أهضامها

(٨٠) سنة (الانفال: ٣٨) أمام (الاسراء: ٧١) قال لبيد:

من معشر سنت لهم آبائهم — ولكل قوم سنة وامامها

(٨١) يبور (فاطر: ١٠) قال لبيد:

لايطبعون ولا يبور فعالهم — اذ لا تميل مع الهوى احلامها

(٨٢) تجور (النحل: ٩) قال عمرو بن كلثوم:

تجور بذى اللبانة عن هواه — اذا ما ذاقها حتى يلينا

(٨٣) صمد (الإخلاص: ٢) قال عمرو بن كلثوم:

إذا صمدت حمياها أريبا — من الفتيان خلت به جنونا

(٨٤) اليقين (الحجر: ٩٩) قال عمرو بن كلثوم:

قفى قبل التفرق يا ظعينا — نخبرك اليقين وتخبرينا

(٨٥) الأمين (الاعراف: ١٨) قال عمرو بن كلثوم:

قفى نسألك هل أحدثت صرما — لوشك البين ام خنت الأمينا

(٨٦) تنوء بالعصبة (القصص: ٧٦) قال عمرو بن كلثوم:

ومتنى لدنة طالت ولانت — روادفها تنوء بما يلينا

(٨٧) الانظار (الاعراف: ١٤) قال عمرو بن كلثوم:

أبا هند فلا تعجل علينا — وانظرنا نخبرك اليقينا

(٨٨) دان بمعنى انقاد (التوبة: ٢٩) قال عمرو بن كلثوم:

وأيام لنا غـــرّ طـــوال — عصينا الملك فيها أن ندينا

(٨٩) صافنات (ص: ٣١) عاكف (البقرة: ١٢٥) قال عمرو بن كلثوم:

تركنا الخيل عاكفة عليه — مقلـــدة اعنتها صفـــونا

(٩٠) الدين بمعنى الطاعة (البينة: ١) قال عمرو بن كلثوم:

ورثنا مجد علقمة بن سيف — اباح لنا حصون المجد دينا

(٩١) مثال اىّ مع الا ـ القبلة (البقرة: ١٤٣) قال عمرو بن كلثوم:

ومنا قبلة الساعى كليب — فأىّ المجد إلا قد ولينا

(٩٢) علم اليقين (التكاثر: ٥) قال عمرو بن كلثوم:

إليكم يا بنى بكر إليكم — ألما تعلموا منا اليقينا

(٩٣) أن تشتمونا بمعنى لئلا تشتمونا (الحجرات: ٦) قال عمرو بن كلثوم:

نزلتم منزل الاضياف منا — فعجلنا القرى أن تشتمونا

(۹۴) فترى القوم فيها (الحاقة: ۷) قال عمرو بن كلثوم:

علينا كل سابغة دلاص   ترى تحت النجاد لها غضونا

(۹۵) الدين بمعنى طاعة الرب. قال عمرو بن كلثوم:

ظعائن من بني جشم بن بكر   خلطن بميسم حسبا ودينا

(۹۶) مقرنين (ابراهيم: ۴۹) قال عمرو بن كلثوم:

لتستلبن أبدانا وبيضا   واسرىٰ في الحديد مقرّنينا

(۹۷) الفعل مقدر قبل "كما" قال عمرو بن كلثوم:

اذا مارحن يمشين الهوينى   كما اضطربت متون الشاربينا

(۹۸) سام (الاعراف: ۱۴۱) خسف (القصص: ۸۲) قال عمرو بن كلثوم:

اذا ما الملك سام الناس خسفا   أبينا ان نقرّ الخسف فينا

(۹۹) القرين بمعنى المولىٰ والحليف (الصافات: ۵۱) قال عمرو بن كلثوم:

ترانا بارزين وكلّ حيّ   قد اتخذوا مخافتنا قرينا

(۱۰۰) البر والبحر (الانعام: ۵۹) قال عمرو بن كلثوم:

ملأنا البر حتى ضاق عنّا   كذاك البحر نملؤه سفينا

(۱۰۱) الجبار (هود: ۵۹) قال عمرو بن كلثوم:

اذا بلغ الفطام لنا صبي   تخرّ له الجبابر ساجدينا

(۱۰۲) الدنيا (البقرة: ۸۵) البطش (الشعراء: ۱۳۰) قال عمرو بن كلثوم:

لنا الدنيا ومن اضحى عليها   ونبطش حين نبطش قادرينا

☆☆☆

مدیر مسئول حیات نو اور سکریٹری انجمن طلبہ قدیم مولانا نور محمد صاحب فلاحی کی صحت ان دنوں زیادہ خراب چل رہی ہے۔ قارئین بالخصوص فلاحی برادران سے مولانا کے شفائے عاجلہ وکاملہ کے لئے خصوصی طور پر دعاؤں کے اہتمام کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

کیا داڑھی منڈھے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے

ابو رقم فلاحی

س: کیا داڑھی منڈوانا حرام ہے، اور کیا داڑھی منڈھے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: داڑھی منڈوانا حرام ہے اور لمبی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ حرمت کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) بخاری شریف میں ہے: "انہکوا الشوارب واعفوا اللحی"

مونچھوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ

(۲) بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے:

"خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب"

مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھ کے بالوں کو ترشواؤ۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے: "جزوا الشوارب وارخوا اللحی، خالفوا المجوس"

مونچھ کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو لمبی کرو، مجوس کی مخالفت کرو۔

مذکورہ بالا روایتوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم بصیغۂ امر موجود ہے اور وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اپنی ضد کی حرمت کا متقاضی ہوتا ہے لہذا داڑھی منڈوانا حرام ہوگا اور اس کا مرتکب گنہگار اور تعزیر کا مستحق ہوگا جس کی مقدار قاضی اس شخص کے احوال وظروف کے اعتبار سے متعین کرے گا۔ (واضح رہے کہ یہی رائے سعودی علماء کرام کی بھی ہے، دیکھئے ہیئۃ کبار العلماء کا فتوی)

یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ داڑھی کو کاٹنا اور چھانٹنا بھی خلاف اولی ہے، رہی ترمذی شریف کی وہ روایت جس میں آپ کی داڑھی کے طول وعرض کو کاٹنے کا تذکرہ ہے تو وہ ایک موضوع روایت ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں ہوگا کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عمر بن ہارون البلخی ہے جو متہم بالکذب ہے، البتہ داڑھی میں پائی جانے والی بے ہنگمی اور بے ربطی کی اصلاح اور اس کے بالوں کی تزئین وترتیب مستحب ہے جیسا کہ بعض تقریری احادیث سے ثابت ہے۔

رہا داڑھی منڈوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ تو ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے اور اگر پہلے سے متعین ہو تو زجر وتوبیخ کی خاطر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ہی بہتر ہے الا یہ کہ اس کو امامت سے ہٹانے میں کسی بڑے فتنے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام نے حجاج بن یوسف الثقفی جیسے فاسق وظالم کے پیچھے فتنہ کے اندیشہ سے نماز پڑھی ہے۔

خدمت خلق یا حقوق العباد

از : عبداللہ دانش

کتابت و طباعت : عمدہ — قیمت ۱۵ روپے — صفحات : ۷۲

ناشر: علامہ اقبال ریسرچ فاؤنڈیشن سی ۶/۷ ابوالفضل انکلیو نئی دہلی ۲۵

جیسا کہ کتاب کے نام سے واضح ہے کہ "زیر نظر کتاب میں" حقوق العباد کو اس کے معاصر تناظر میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں مختلف نظریات کے حاملین مثلاً گاندھی واد، قسطائیت، عیسائیت اور قادیانیت کے پیروؤں کی کوششوں اور ان کے پوشیدہ مقاصد اور اثرات کا جائزہ لینے کی کوشش بھی کی گئی ہے تاکہ حقوق العباد اور دین و شریعت میں اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاسکے" (ص ۴)

یقیناً اس میں دو رائے نہیں کہ خدمت لوگوں کو متاثر کرنے اور اپنا ہمنوا بنانے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے اور باطل افکار و نظریات کے حاملین نے ہمیشہ اسے حربے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اسی طرح اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام نے خدمت کو حقوق العباد قرار دے کر جہاں اس کا مقام اور اس سلسلے میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو دوچند کردیا ہے وہیں خدمت کو رضائے الٰہی کا ذریعہ ٹھہرا کر پس پردہ کام کرنے والے مذموم مقاصد کی بھی بیخ کنی کردی ہے۔ اس صورت کا تقاضہ یہ ہے کہ امت مسلمہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ بیدار اور فعال رہے، لیکن ایسا نظر نہیں آتا۔ فاضل مصنف کا مقصود یہی بیداری اور فعالیت پیدا کرنا ہے۔ توقع ہے کہ موصوف کا خلوص ضرور رنگ لائے گا۔

بعض مندرجات محل نظر ہیں :

(۱) "جذبہ خدمت ــــ احادیث کی روشنی میں" کے عنوان کے تحت صفحہ ۵۰ پر لکھا گیا ہے "قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو شخص ایمان نہیں رکھتا اس کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور آخرت میں کام نہیں آئیں گی، لیکن خدمت انسان کے بارے میں یہ خصوصی فضل ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اس کی اسلام سے پہلے کی نیکیوں کو ایمان لانے کے بعد نامۂ اعمال میں جوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے اپنے ان بندوں پر جو انسان کی خدمت کرتے ہیں"

مندرجہ بالا بیان قرآن کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے لیکن جہاں اس کا تذکرہ یا اشارہ ہے اس کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے؟ میرے علم کی حد تک ایسی کوئی بات قرآن مجید سے معلوم نہیں ہوتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں بغیر ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا، لہٰذا یہ بات کیسے درست سمجھی جا سکتی ہے؟

(۲) "خدمت کے ممکنہ کام" کے ذیلی عنوان "فک رقبۃ" کے تحت لکھا گیا ہے

"بندھوا مزدوری کو چھڑانے کی کوشش

مقروض افراد کی قرض سے نجات

جیلوں میں قید افراد کی معاشی و قانونی مدد" (ص ۴۷)

"فک رقبۃ" کی مخصوص معنویت ہے۔ اس میں اس قدر عموم نہیں کہ "مقروض افراد کی قرض سے نجات" کو بھی شامل سمجھا جائے۔ خود قرآن سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ صدقات کی مدات گنواتے ہوئے "فی الرقاب" کی مد الگ بیان کی گئی ہے اور "الغارمین" کی مد الگ بیان کی گئی ہے جو خود اس بات کی دلیل ہے دونوں دو چیزیں ہیں۔

(۳) ص ۴۷ ہی پر "مسافروں کی امداد" کے ذیلی عنوان کے تحت تحریر ہے "سبیلوں کی تعمیر" اس عبارت میں "سبیلوں" کا استعمال بعض قارئین کے لئے بار خاطر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ لفظ اپنا مخصوص پس منظر رکھتا ہے۔ کوئی اور عمومی تعبیر اختیار کی جاتی تو بہتر تھا مثلاً "آب رسانی کا انتظام" وغیرہ۔

☆☆☆☆☆

یا ساری الجبل ــــ کیا دجال کی آمد آمد ہے؟

از : اسرار عالم

کتابت و طباعت : عمدہ — قیمت : غیر مذکور — صفحات : ۹۶

ناشر : دار العلوم نئی دہلی

تقسیم کار: دانش بک ڈسٹری بیوٹرس ۳۹/۷/۳ (تہ خانہ) نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

عالمی صورت حال اور بالخصوص عالم اسلام کی صورت حال پر جناب اسرار عالم صاحب جیسی گہری نظر رکھتے ہیں شاید ہی کوئی اس میں ان کا ثانی ہو۔ انھیں کے نوک قلم سے زیر تعارف کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے جس میں موصوف نے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات

کا قرآن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں گہرائی سے جائزہ لیا ہے اور آئندہ کے لئے خطوطِ کار کی نشان دہی بھی فرمائی ہے تاکہ امت اپنے فرضِ منصبی کو کما حقہ انجام دے کر پوری انسانیت کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

موصوف کا احساس ہے کہ آثار قیامت کے ظاہر ہونے کی رفتار تیز تر ہے گویا کوئی ہار ٹوٹ جائے اور یکے بعد دیگرے دانے گرنے لگیں۔ انھوں نے یہ بھی دکھایا ہے کہ جو کچھ بھی سامنے آرہا ہے سب کے اشارے احادیث رسولؐ میں موجود ہیں چنانچہ ۲۵/ اپریل ۹۹ء کو واشنگٹن میں ناٹو کانفرنس میں منظور کیے جانے والے نئے میثاق ناٹو کے مضمرات ومہلکات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں "اس میثاق کی ایک بات حد درجہ خطرناک ہے اور وہ بات ہے Beyond Their Borders یعنی ان کی سرحدوں سے پرے۔

ناٹو کے ذریعہ ان کے الفاظ میں تحفظ اور آزادی کو فروغ دینے کے لئے ان کی سرحدوں سے دور دہشت گردی اور عام ہلاکت کے ہتھیاروں کا خاتمہ کرنے کا صریح مطلب ہے پوری امت مسلمہ، ان کے مضبوط ملکوں، شخصیات اور تمام دین پسند افراد کا کھلے عام شکار (Hunt) کر کے ان کا خاتمہ کرنا۔

اس ہنٹ کی ابتدا کیا ہوگی اور اس کی آخری صورت کس طرح سامنے آئے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ تمام دہشت گرد ملکوں کا حال ابتداءً وہی ہوگا جو موجودہ عراق کا ہو رہا ہے اور تمام دہشت گرد سوسائٹیوں کا وہی ہوگا جو مصر میں اخوان کا ہوتا تھا، تمام دہشت گرد شخصیات کا وہی حال ہوگا جو بن لادن جیسے لوگوں کا ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہر فرد مومن جو اسلام کے کسی حکم پر عمل کر رہا ہوگا وہ دہشت گرد قرار پائے گا اور اسلام کا ہر عمل خواہ وہ صلوٰۃ ہو یا صوم، زکوٰۃ ہو یا حج دہشت گردی قرار پائے گا۔ مساجد و مدارس بند کر دیے جائیں گے۔ زکوٰۃ اور صوم پر پابندی عائد ہو جائے گی حج ممنوع قرار پائے گا لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوگی بلکہ ان عبادات کو چھپ کر اور انفرادی طور پر ادا کرنا بھی دہشت گردی تصور کیا جائے گا، وہ شیطانی قوت جو اب پوری دنیا کو اپنی ہتھیلی کی طرح بیک نظر دیکھ رہی ہے اس کے جاسوسی سیارے پل پل کی خبر دیں گے کہ کہاں کس غار اور وادی میں اللہ کا کون بندہ نمازیں پڑھ رہا ہے اور ادھر اس نے نماز کی نیت باندھی ادھر اس پر دنیا کے دوسرے کونے

سے یا اس کے آس پاس سے کوئی میزائل اس پر مارا جائے گا اور لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ یہی وہ کیفیت ہوگی کہ لوگ اسلام کے ایک ایک عمل کو ترک کرنا شروع کر دیں گے یہاں تک کہ اس کا انکار کر دیں گے شاید اسی حالت کے بارے میں فرمایا گیا:

"بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسى كافرا ويمسى مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا" (رواہ مسلم)

ان فتنوں کے لئے ابھی عمل کرلو جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے جن میں ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن صبح کو کافر ہو جائے گا وہ اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔ (ص ۴۳۔۴۴)

حالات و محرکات کا بالاستیعاب جائزہ لینے کے بعد آئندہ کے خطوطِ کار کے سلسلے میں مختلف امور کی نشان دہی کرتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں۔

"ایک ایسے چیلنج کا تقاضا ہے کہ امت فی الواقع امت میں تبدیل ہو جائے۔ نیو ورلڈ آرڈر (New World Order) کے نفاذ کے بعد جو مسلم ملک یا اس معاشرے میں رہنے والے مسلمان Nation-State تصور میں جی رہے ہیں ان کی مثال کمرے میں بند اور لحاف لپیٹ کر اس سونے والے کی ہے جو اس احساس کے ساتھ سو رہا ہے کہ ابھی رات ہے اور صبح ہونے میں دیر ہے جبکہ اس کمرے سے باہر سورج کو نکلے ہوئے کئی گھنٹے بیت چکے ہیں کیا طرفہ تماشہ اور المیہ ہے کہ جس قوم پر اس حقیقت میں جینا فرض ہے کہ وہ ایک گلوبل نظام کا جزو ہے اور اس کی قومی زندگی میں کسی قسم کا Deglobalisation شرعاً حرام ہے وہ زندگی کے ۹۹ فیصد حصے میں Deglobalized ہو کر جینے پر قانع ہیں۔ کیا سرکاری اجتماعیات کیا غیر سرکاری اجتماعیات، کیا افراد اور جس قوم (باطل) کو صرف اس بات کی اجازت تھی کہ وہ اللہ کی زمین پر جزیہ دے کر اور چھوٹا بن کر ہی رہ سکتی ہے ورنہ اس کے خلاف جنگ کی جائے گی وہ صد فیصد Globalized ہو کر جی رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے سرکاری اجتماعیات یعنی اسلامی ممالک اور غیر سرکاری اجتماعیات یعنی تحریکات اسلامی اور افراد جو Nation State کی سطحوں پر قائم ہیں عملاً حرام زندگی گزار رہے ہیں جس کی اللہ اور اس کے رسولؐ سے کوئی ولایت نہیں۔

چنانچہ دنیا کے تمام مسلم سرکاری اجتماعیات اور غیر سرکاری اجتماعیات کا فرض اولین ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنی موجودہ صورت حال سے ہجرت کریں اور ایک امت کی طرح عالمی طور پر منظم ہو جائیں اور ایسا کرنے میں ہی وہ اس قابل ہو سکتی ہیں کہ آنے والی اس مصیبت کا مقابلہ کر سکیں جو اب ان کے دروازے پر دستک دے رہی ہے اور کسی لمحے تباہی برپا کر سکتی ہے" (ص ۶۲-۶۳)

آخر میں ایک کھٹک کا اظہار بھی ضروری محسوس ہو رہا ہے تاکہ اس کے ازالے کا سامان ہو سکے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کو جو کچھ کہا تھا اور جس کے الفاظ روایات میں یوں ہیں:

"أرأيتم ان اخبرتكم ان خيلا تخرج من صفح هذا الجبل تريد ان تغير عليكم أكنتم مصدقي؟ قالوا: نعم، ما جربنا عليك الا صدقا، قال: فإني نذير لكم بين يدى عذاب شديد"

تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے اس جانب ایک فوج ہے جو ظاہر ہونے والی ہے جو تم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟" لوگوں نے کہا: جی ہاں، ہم تصدیق کریں گے، اس لئے کہ ہمارے تجربے میں یہی بات آئی ہے کہ آپ سچ کے سوا کچھ نہیں بولتے تو آپ نے فرمایا: جان لو میں تمہیں شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔

اس کے سلسلے میں موصوف کو یہ ماننا ہے کہ وہ قرب قیامت کے احوال کی خبر تھی جیسا کہ موصوف کے ان الفاظ سے بھی متبادر ہے "قرائن یہی بتاتے ہیں، آں حضرت ﷺ نے جس حملہ آور ہونے والی فوج اور جس خطرے کے ظہور کی خبر دی تھی وہ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے" (ص ۷) چنانچہ انھوں نے ساری بحث اسی تناظر میں کی ہے حالانکہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بغیر بھی ساری بحث کی جا سکتی تھی۔ نبی کریم کے بیان میں جو عموم ہے اسے عام ہی رہنے دیا جاتا کیونکہ وہ ایک اصولی بات ہے "عذاب شدید" کے الفاظ بھی اس توجیہ کا ساتھ نہیں دیتے۔ ☆☆☆

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

جناب انجینئر ضیاء انور صاحب کا لیکچر

جناب ضیاء انور صاحب جو گورکھپور کے رہنے والے ہیں اور ان دنوں جدہ میں کمپیوٹر کمپنی کے منیجر ہیں ۱۹ر اگست ۹۹ء کو جامعہ تشریف لائے تو ان سے استفادے کے لئے ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا موصوف نے جہاں کمپیوٹر کی بنیادی معلومات فراہم کیں وہیں آئندہ اس کی ضرورت و اہمیت پر بھی روشنی ڈالی۔ کمپیوٹر کے میدان میں جدید ترقیات سے بھی آپ نے آگاہ کیا اور اشاعت اسلام میں یہ کیسے مدد و معاون ہو سکتا ہے اس پہلو پر بھی خصوصی توجہ مبذول کرائی۔ آخر میں سوال و جواب کا سلسلہ بھی رہا۔

جامعہ میں کمپیوٹر کی تعلیم کو فروغ دینے پر زور دیتے ہوئے آپ نے تین کمپیوٹرسیٹ کی شکل میں اپنا تعاون بھی پیش کیا۔ فجزاه الله خير الجزاء

آپ جامعہ کے دیرینہ بہی خواہوں میں سے ہیں آپ کو جامعہ دیکھنے کی شدید چاہت تھی جس کا اظہار آپ اکثر ملاقاتوں سے کرتے رہتے تھے اور یہی محبت آپ کو یہاں کھینچ لائی۔

تقریب یوم آزادی

۱۵ر اگست ۹۹ء کو یوم آزادی کی مناسبت سے پروگرام منعقد ہوا۔ عزیزم محمد رضا خان نے صورت حال کے تناظر میں بتایا کہ اب تک ہم حقیقی آزادی سے بہرہ ور نہیں ہو سکے ہیں اور اللہ کی مکمل غلامی میں آئے بغیر یہ ممکن بھی نہیں ہے۔

عزیزم حسن البنا نے اظہار خیال کرتے ہوئے ان اسباب کی نشاندہی کی جن کی وجہ سے ہم اصل آزادی سے محروم ہیں۔ پھر ان اوصاف سے بھی آگاہ کیا جن سے متصف ہو کر حقیقی آزادی میسر آ سکتی ہے۔

آخر میں صدر جامعہ مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے اپنے صدارتی کلمات میں فرمایا وطن سے محبت الگ چیز ہے اور وطن پرستی بالکل دوسری چیز ہے ہر مسلمان کو اس فرق کو ملحوظ

رکھنا چاہیے۔ — میں نے واللہ میرے وطن

تجھ کو چاہا ہے پوجا نہیں ہے (حفیظ میرٹھی)

مزید آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمیں تاریخ آزادی کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سلسلے میں بہت سے شکوک پیدا کیے جا رہے ہیں مثلاً کہا جارہا ہے کہ آزادی میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے حالانکہ آزادی کی تحریک شروع کرنے والے مسلمان ہیں۔ اسی طرح کہا جارہا ہے تقسیم ملک کے ذمہ دار مسلمان ہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سیاسی لیڈران نے اپنے سیاسی مفادات کے لئے ملک کو تقسیم کرایا تھا۔

آپ نے اس پہلو کی طرف بھی متوجہ کیا کہ عام لوگوں کے سامنے ہمیں یہ سوال اٹھانا چاہیے کہ وہ جائزہ لے کر دیکھیں کہ آزادی کے وقت جو خواب دیکھا گیا تھا وہ کس قدر شرمندۂ تعبیر ہوا؟ پھر اس کی روشنی میں لوگوں کو "صراط مستقیم" کو اپنانے کی دعوت دینی چاہیے۔ اخیر میں آئندہ کے لائحہ عمل کے سلسلے میں مولانا مودودیؒ کے بصیرت افروز "خطبات مدراس" کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی۔

نئی تقرری جناب اشفاق عالم صاحب مقامی ہوجیات ٹو کے کاتب اور منیجر تھے جامعہ کی مرکزی لائبریری میں بحیثیت محرر ان کی تقرری عمل میں آئی ہے۔ ۱۵ر اگست ۹۹ء سے موصوف نے ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ انہیں بیش از بیش خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

اسی طرح مرکزی لائبریری ہی میں کچھ دنوں قبل بحیثیت مناول (Book Lifter) ارشد جمال صاحب فلاحی کی تقرری عمل میں آئی ہے۔ آپ نے ۱۹۹۲ء میں جامعہ سے عالمیت پاس کیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ انہیں بھی بیش از بیش خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

روداد اجلاس شوریٰ انجمن طلبہ قدیم

سکریٹری انجمن

۷، ۸ر اگست ۹۹ء کو دفتر انجمن میں صدر انجمن مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی مدنی کی زیر صدارت شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا عبدالعزیز سنی صاحب فلاحی کی تلاوت سے اس کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے گذشتہ اجلاس کی کارروائی کی خواندگی اور توثیق ہوئی۔

ساتویں اجلاس عام کے حوالے سے طے پایا کہ ان شاء اللہ ۱۵، ۱۶ر اکتوبر ۹۹ء کو منعقد ہوگا۔ ۱۵ر اکتوبر ۹۹ء جامعہ کی نو تعمیر مرکزی لائبریری کی افتتاحی تقریب طلبہ وطالبات کے تعلیمی مظاہرے اور خطاب عام وغیرہ کے لئے مخصوص ہوگا اور ۱۶ر اکتوبر ۹۹ء کو انجمن کا تنظیمی اجلاس ہوگا۔ (پروگرام کی دیگر تفصیلات بھی طے پائیں جس کا خاکہ الگ سے دیا جارہا ہے)

ناظم اجلاس مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی ہوں گے معاون ناظم اجلاس مولانا عبد العظیم صاحب فلاحی اور خازن اجلاس مولانا انصار احمد صاحب فلاحی ہوں گے۔

اجلاس عام کے بجٹ کو بھی منظوری دی گئی تمام یونٹوں پر بجٹ تعاون فراہم کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جس کی تفصیلات یونٹ صدر کو بھیجی جائیں گی۔ رجسٹریشن فیس پچاس روپے رکھی گئی ہے۔

اگلی میقات کے لئے انتخابی عمل کو بحسن وخوبی انجام تک پہنچانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جس کے کنوینر مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی ہوں گے۔ یہ کمیٹی درج ذیل افراد پر مشتمل ہے۔ (۱) مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی (کنوینر کمیٹی) (۲) مولانا ابوالمکرم صاحب فلاحی ازہری (۳) مولانا ظہیر عالم صاحب فلاحی (۴) مولانا منور حسین صاحب فلاحی (۵) مولانا طارق اکرام اللہ صاحب فلاحی

طریقہ انتخاب کے سلسلے میں مجوزہ تجویز بھی زیر بحث آئی اور طے پایا کہ اس بار انتخاب سابقہ طریقہ پر ہی ہوگا البتہ اجلاس عام میں تجاویز، مشورے کے سیشن میں ترمیمی طور پر یہ تجویز عام ارکان کے سامنے لائی جائے گی اور اگر وہاں سے منظور ہو گئی تو پھر آئندہ سے اس پر

عمل در آمد کیا جائے گا۔

تجاویز و مشورے کے سیشن کے سلسلے میں یہ بات بھی طے پائی ہے کہ وہ تجاویز/مشورے ہی اس میں زیر بحث آسکیں گے جو اجلاس عام شروع ہونے سے پہلے تحریری طور پر موصول ہو جائیں گے۔

انجمن طالبات قدیم کے دستور کا مسئلہ زیر بحث آیا اور طے پایا کہ انجمن طالبات قدیم انجمن طلبہ قدیم کا ایک حصہ ہوگی۔ وہ اپنے پروگرام اور منصوبے خود بنائیں گے اور زیر عمل لائیں گے بعد صدر انجمن کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ ان کے دستور کو آخری شکل دینے کی ذمہ داری صدر انجمن اور مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی کے اوپر ڈالی گئی۔ اس سلسلے میں انجمن طالبات قدیم کی شوریٰ کے مشوروں اور مجوزہ دستور کو محفوظ رکھا جائے گا، پھر آئندہ شوریٰ میں منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہی نافذ العمل ہو سکے گا۔

دیگر امور کے تحت "بیت الاتحاد" انجمن ہاؤس کا مسئلہ زیر بحث آیا اب تک کی کوششوں سے آگاہ کیا گیا۔ سابقہ زمین جو احاطہ جامعہ سے دور تھی وہ فروخت کرا دی گئی ہے اور جامعہ کی نو تعمیر مرکزی لائبریری سے متصل شمال جانب دو ہوا (تقریباً ۲۲۳۰ مربع فٹ) زمین خریدی جا چکی ہے۔ توقع ہے کہ اجلاس عام کے بعد تعاون اور مشوروں کے مطابق ان شاء اللہ تعمیر کا کام شروع ہو جائے گا۔ جامعہ کی تعلیمی و تربیتی صورت حال پر غور و فکر کیا گیا اور اسے بہتر بنانے کے لئے سنجیدہ کوششوں پر زور دیا گیا۔

مولانا ابوالکرام صاحب فلاحی ازہری کی دعا پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

توجہ طلب

تمام فلاحی برادران کی علمی کاوشوں کو جمع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تمام فلاحی برادران سے گذارش ہے کہ وہ اپنی علمی کاوشیں آفس انجمن طلبہ قدیم کو روانہ فرمائیں۔ خواہ وہ تصانیف کی شکل میں ہوں یا ترجمے، پمفلٹ، میگزین وغیرہ شکلوں میں ہوں۔ اس ضمن میں اگر کوئی دشواری محسوس کریں تو اس سے مطلع فرمائیں۔

پروگرام ساتواں اجلاس عام

۱۶/ اکتوبر ۹۹ء بروز شنبہ

درس قرآن — مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب شیخ الجامعہ — بعد نماز فجر

وقفہ برائے ناشتہ

افتتاحی سیشن — کنوینر: مولانا ابوالکرام صاحب فلاحی — ۱۰.۰۵ بجے

تلاوت قرآن مع ترجمہ

ترانہ فلاح

خطبہ استقبالیہ — ناظم اجلاس

رپورٹ انجمن — سکریٹری انجمن

خطبہ صدارت — صدر انجمن

تعارفی سیشن — کنوینر: مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی — ۱۲.۱۰ بجے

باہمی تعارف

وقفہ برائے طعام و نماز

تنظیمی سیشن — کنوینر: مولانا طارق اکرام اللہ صاحب فلاحی — بعد ظہر تا عصر

تعارفی خطاب — صدر انجمن

تجاویز و مشورے — (تحریری)

خلاصہ مباحث — کنوینر

وقفہ — برائے نماز عصر

انتخابی سیشن — کنوینر: مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی — بعد نماز عصر

طریقہ انتخاب کی تفہیم

صدر انجمن کا انتخاب

ارکان شوریٰ کا انتخاب

اختتامی کلمات

وقفہ برائے نماز مغرب

ثقافتی سیشن — بعد نماز عشاء

اعلان نتائج

کلمات سابق صدر و نو منتخب صدر — **کنوینر**: مولانا ظہیر عالم صاحب فلاحی

آخری نشست — کنوینر: مولانا عمیر منظر صاحب فلاحی